تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار    لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

# ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم    ۱۰ تا ۱۶ ستمبر ۹۸ء    حافظ عاکف سعید

## غلبۂ اسلام کے علمبرداروں کے لئے نشانِ منزل

اگر اسلام کی راہ میں جدوجہد کرنے والوں پر مایوسی اور افسردگی طاری ہوتی ہے تو اس کا صرف ایک سبب ہو سکتا ہے یعنی جدوجہد شروع کرتے وقت ہی وہ یہ توقع باندھ لیں کہ ان کی کوششیں ان کی زندگی ہی میں مطلوبہ پھل لے آئیں گی۔ ہمیں یہ تو امید رکھنی چاہئے کہ جن حالات میں ہم اس وقت محصور ہیں وہ ہمارے حق میں تبدیل ہوں گے لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ سچے مسلمان کی جدوجہد کا محرک صرف ایک خیال ہوتا ہے اور وہ ہے رضائے الٰہی کا حصول۔ ہماری نگاہیں صرف آخرت کے انعام پر مرکوز رہنی چاہئیں۔ اس دُنیا میں چاہے جیسے نتائج بھی رونما ہوں ان کی نوعیت محض ضمنی نتائج کی ہے۔ ہمارا حقیقی مقصد اپنے خالق کی مرضی کو پورا کرنا ہے۔ جو لوگ اپنی کوششوں کے نتائج فوری طور پر دیکھنے کے آرزومند ہیں انہیں بدر و اُحد کی لڑائیوں میں شہید ہونے والوں کی مثالیں اپنے سامنے رکھنی چاہئیں۔ ان حضرات رضی اللہ عنہم نے دعوتِ اسلامی کی تکمیل کی خاطر اپنا خون بہایا، لیکن کیا انہیں اپنی قربانیوں کا کوئی دُنیاوی پھل ملا؟ انہوں نے صرف ان نتائج کو اپنے سامنے رکھا جو اس دُنیا میں نہیں آخرت میں رُونما ہونے والے تھے۔ اگر وہ اسلامی تحریک کی آبیاری اپنے خون سے نہ کرتے اور اگر وہ قربانیاں نہ دیتے تو آنے والی نسلیں ان تبدیلیوں کو نہ دیکھ پاتیں جنہوں نے تاریخ کا دھارا ہی بدل ڈالا، لیکن انہوں نے ان نتائج کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے کبھی جدوجہد نہ کی۔ وہ اپنی کوششوں کا پھل دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہے۔ ان کا حقیقی مدعا اس فرض کی ادائیگی تھا جو اللہ نے ان پر عائد کیا تھا۔ اسلام کا کام کرنے والوں کو یہی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی تقریر سے اقتباس، بحوالہ "اسلام ایک نظریہ ایک تحریک" تصنیف : مریم جمیلہ)

شمارہ : 35    قیمت : روپے

اداریہ

حافظ عاکف سعید

# شریعت بل ــــ افہام و تفہیم کی ضرورت

شریعت بل کے حوالے سے قوم اس وقت واضح طور پر دو متحارب گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ دونوں جانب سے بیانات میں شدت' تیزی و تندی اور تلخی روز افزوں ہے۔ شریعت بل کے حامی اگر مخالفین کا "ناطقہ بند کرنے" پر تلے نظر آتے ہیں تو اس کے مخالف طبقات بھی بڑی مستعدی کے ساتھ اپنی صفوں کو ترتیب دینے میں مصروف ہیں۔ اسلام آباد میں منعقد ہونے والے حالیہ علماء کنونشن میں وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے شریعت بل کے مخالفین کیلئے جو لب و لہجہ اختیار کیا اور علماء کو جس طور سے ان کے خلاف اکسایا' اس سے اس اہم دینی و ملی مسئلے کے سلجھنے کی بجائے الجھنے کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ حالانکہ اس سے قبل میاں نواز شریف مخالفین کے موقف پر غور کرنے اور اپنے موقف میں لچک پیدا کرنے پر آمادگی ظاہر کر چکے تھے' اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ شریعت بل کے مخالفین کی اکثریت اس پیکج میں شامل اس دوسرے حصے کی مخالفت کر رہی ہے جس میں دستوری ترمیم کیلئے حاضر ارکان کی سادہ اکثریت کو فیصلہ کن مانا گیا ہے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ اس بل کے بدترین مخالف بھی تاحال کم از کم ظاہری طور پر قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء بنانے کی مخالفت کی ہمت نہیں کر سکے' انہوں نے اپنے اختلاف کا سبب اس پیکج میں شامل اسی دوسرے حصے کو ہی قرار دیا ہے جس میں اختلاف رائے کی گنجائش فی الواقع موجود ہے۔

ہمارے نزدیک شریعت کا نفاذ اور قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء بنانا ایک نہایت قابل قدر اور مبارک کام ہی نہیں ملک کی بقا کیلئے ایک ناگزیر ضرورت کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ یہ کام قیام پاکستان کے فوراً بعد ہو جانا چاہئے تھا۔ اس میں تساہل کی سزا ہم بحیثیت قوم پچھلے پچاس برسوں سے بھگت رہے ہیں۔ اب بھی اس میں مزید تاخیر مزید مصائب و مشکلات کو دعوت دینے کے مترادف ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے گزشتہ ڈیڑھ سال سے حکومت وقت سے اسی یک نکاتی مطالبہ پر ممکن حد تک زور جسے سلوگن کی شکل میں یوں بیان کیا گیا کہ "ہمارا مطالبہ' ہماری اپیل ــــ دستور خلافت کی تکمیل"۔ یہ کام جس فرد یا طبقے کے ہاتھوں انجام پائے وہ پوری قوم کا محسن اور سر آنکھوں پر بٹھانے کے لائق ہوگا ــــ لیکن قوم کے ایک بڑے اور موثر حصے اور بالخصوص بعض اہم دینی سیاسی جماعتوں کو اس معاملے میں اعتماد میں لینے اور ہم خیال بنانے کے لئے ضروری ہوگا کہ اس پیکج کے متنازعہ حصے کے ضمن میں حکومت لچک کا مظاہرہ کرے' محاذ آرائی کی بجائے افہام و تفہیم کی فضا پیدا کی جائے اور ان شکوک و شبہات کا ازالہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے جن کے اسباب فی الواقع موجودہ پیکج میں موجود ہیں۔ تاکہ وہ دینی جماعتیں اور عناصر جو قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کے شدت سے حامی ہیں لیکن اس پیکج میں شامل دوسرے حصے کے بارے میں ذہنی تحفظات رکھتے ہیں وہ اس نیک اور مبارک کام میں حکومت کے دست و بازو اور معاون بن سکیں۔

حال ہی میں صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ صاحب کے ایک بیان سے بھی یہ تاثر ملا تھا کہ وہ مجوزہ آئینی پیکج کے متنازعہ حصے پر نظر ثانی کیلئے آمادہ ہیں۔ اس پر امیر تنظیم اسلامی اور داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے ان کے اس بیان کا خیر مقدم کرتے ہوئے جو اخباری بیان کیا اس کے ذریعے ہمارے نقطہ نظر اور ہماری سوچ کی عکاسی عمدگی سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے :

> "امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے صدر مملکت رفیق تارڑ کی طرف سے مجوزہ شریعت بل میں شامل دفعہ ۲۳۹ میں تجویز کردہ ترمیم واپس لینے کے امکان کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ نفاذ شریعت بل میں مجوزہ شق ۲-ب کی ذیلی شق ۳ میں درج "سرکاری اہلکاروں" سے عدلیہ کو کے استثناء کی صراحت کی جائے اور اس طرح ذیلی شق ۵ میں سے عدالتی فیصلوں کو خارج کر دیا جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اگر حکومت مجوزہ شریعت بل میں ان تجاویز کو قبول کر لے تو اس سے پوری قوم کو موجودہ محاذ آرائی سے نجات حاصل ہو جائے گی اور نفاذ شریعت بل پوری قوم کی متفقہ آواز بن جائے گا"۔

## دعائے مغفرت کی اپیل

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ' کی چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ اور رفیق تنظیم جناب خالد بشیر کی والدہ ۵ ستمبر کی صبح مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ قارئین سے استدعا ہے کہ وہ اس دعا میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی رحمتک وحاسبھا حسابا یسیرا

# قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینا نہایت خوش آئند' قابل تحسین' لائق صد مبارک باد ہے

# دستور میں ترمیم کے طریقہ کار کو انتہائی آسان بنا کر انتظامیہ کو عدلیہ سے بھی بالاتر حیثیت دینا غلط اقدام ہے

# "خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا کَدَرَ" کے اصول کے مطابق نفاذ شریعت بل کی اچھی باتوں کو قبول اور غلط باتوں کو رد کر دیا جائے

# اسلام کے نام پر کسی فرد واحد کو آمرانہ انداز اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی

**مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے ۴ ستمبر ۹۸ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

(مرتب : نعیم اختر عدنان)

خطبۂ مسنونہ' تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا:

مسلم لیگ کی حکومت نے شریعت بل کے عنوان سے پاکستان کے آئین میں پندرھویں ترمیم کا جو مسودہ بل کی شکل میں پیش کیا ہے' پورے ملک میں اس کا نہ صرف غلغلہ ہے بلکہ اس پر بحث و تمحیص جاری ہے۔ حکومت کی طرف سے پیش کردہ بل کے حوالے سے دو متضاد اور متحارب [redacted] کہ شاید یہ "Polarization" اس سے بھی زیادہ شدت اختیار کر جائے۔ چونکہ یہ بل حکومت کی طرف سے پیش کیا گیا ہے لہٰذا وزراء کرام کی فوج ظفر موج کے تائیدی بیانات تو ہیں ہی' مسلم لیگ کے عہدیداروں کے علاوہ سادہ لوح' نیک سرشت علماء بھی اس بل کی پرزور حمایت کر رہے ہیں۔ اس پرزور حمایت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس بل کی مخالفت کرنے والوں کی جواباً شدید مخالفت ہی نہیں کی جا رہی بلکہ ایسے لوگوں پر کفر کے فتوے بھی لگائے جا رہے ہیں۔ تحریک نفاذ شریعت ملاکنڈ کے رہنما مولانا صوفی محمد صاحب سے منسوب بیان اخبارات میں چھپ چکا ہے کہ "جو لوگ شریعت بل کی مخالفت کر رہے ہیں' وہ مرتد ہیں"۔ دوسری طرف ملک کی اپوزیشن پارٹیوں اور بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے طبقات اور صوبائیت پرست و نسل پرست لوگوں نے اس بل کو اپنی شدید ترین مخالفت کا ہدف بنا رکھا ہے۔ اس نقطہ نظر کے حامل افراد کا یہ کہنا ہے کہ نواز شریف امیرالمومنین' بادشاہ اور آمر مطلق بن کر ملک میں طالبان کی طرز کا اسلام لانا چاہتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جس میں خود میں بھی شامل ہوں۔ اس طبقہ کے لوگوں کا موقف یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے پیش کردہ بل کے بارے میں "خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا کَدَرَ" کے اصول کے مطابق اچھی باتوں کو قبول اور غلط باتوں کو رد کیا جائے۔

نفاذ شریعت بل کے دو بڑے حصے ہیں' پہلا حصہ قرآن و سنت کی بالادستی سے متعلق ہے' یہ حصہ نہایت خوش آئند' قابل تحسین اور لائق صد مبارک باد ہے اور اس

## منبر و محراب

کے لئے ہمارے دیدہ و دل فرش راہ ہیں' جبکہ اس بل کا دوسرا حصہ بہت غلط اور ملک و قوم کے لئے نہایت نقصان دہ ہے۔ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد' جنرل (ر) حمید گل اور مولانا عبدالستار نیازی نے بھی اسی نوعیت کی باتیں کہہ کر میرے موقف کی گویا تائید کی ہے۔ اس پس منظر میں ضرورت اس بات کی ہے کہ نفاذ شریعت بل کے تمام پہلوؤں پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیا جائے تاکہ بحث و تمحیص کے بعد کسی بہتر نتیجے پر پہنچا جا سکے۔ سب سے پہلی بات جو واضح رہنی چاہئے وہ یہ ہے کہ قیام پاکستان کا جو اصل مقصد بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور مصور پاکستان علامہ اقبال نے بیان کیا تھا وہ کیا تھا؟ یہ مقصد تھا "عہد حاضر کی اسلامی ریاست کا قیام"۔ "عہد حاضر" کا لفظ خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے۔ حضرت داؤدؑ کی حکومت بھی اپنے وقت کی اسلامی حکومت تھی لیکن وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بادشاہت تھی۔ حضرت داؤدؑ کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ بادشاہت کے منصب پر فائز ہو گئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ عہد حاضر میں کس نوعیت کی اسلامی ریاست درکار ہے! علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء کے خطبۂ الٰہ آباد میں جہاں یہ پیشین گوئی کی تھی کہ "مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلم ریاست قائم ہو کر رہے گی اور اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اسلام کی تعلیمات پر جو پردے دور ملوکیت میں پڑ گئے تھے' انہیں ہٹا کر اصل اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کر سکیں"۔ عہد حاضر کی اسلامی ریاست کے بارے میں اقبال نے اپنے خطبات مدراس میں واضح طور پر یہ کہا ہے

*The republican form of Government is not only thoroughly consistent with the spirit of Islam, but has also become a necessity in view of the new forcethat are set free in the world of Islam.*

یعنی مستقبل کی اسلامی ریاست میں جمہوری تصورات پوری طرح موجود ہوں گے' اور جمہوریت کے اعلیٰ ترین تصورات میں کوئی شے اسلام سے متصادم نہیں ہے۔ موجودہ مغربی جمہوریت کا اصل الاصول عوامی حاکمیت ہے' جو اسلام کے نزدیک کفر ہے لیکن اب جو نظام حکومت تشکیل پائے گا اس کا جمہوری طرز کا حامل ہونا لازم ہے۔ بانی پاکستان کا وہ مشہور جملہ بھی پیش نظر رہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ "ہم پاکستان اس لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ عہد حاضر میں اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں"۔

مولانا مودودی نے اسلامی ریاست کو بجا طور پر تھیو ڈیموکریسی قرار دیا ہے۔ گویا اس میں "تھیو" اور "ڈیمو" دونوں عناصر موجود ہیں۔ مذہبی طبقے کی حکومت کو تھیا کریسی کہتے ہیں مگر اسلام میں کسی مذہبی طبقے کی حکومت کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ اسلامی ریاست مکمل ڈیموکریٹک تصور کی حامل بھی نہیں ہے کہ ڈیموکریسی کا اصول عوامی حاکمیت ہے جبکہ اسلام کی رو سے حاکمیت کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ حدیث نبویؐ کی رو سے مومن کھونٹے سے بندھے ہوئے گھوڑے کی مانند بالکلیہ آزاد نہیں بلکہ اسلام کی مقرر کردہ حدود و قیود

کا "پابند" ہے۔ بقول اقبال

تقدیر کے پابند جمادات و نباتات
مومن فقط احکامات الٰہی کا ہے پابند

مسلمان فرد کی طرح اسلامی ریاست بھی قرآن و سنت کے احکامات کی پابند ہے۔ البتہ اس دائرے کے اندر رہ کر باقی تمام معاملات "اَمْرُهُمْ" کے ذیل میں آتے ہیں۔ لہٰذا مباح امور کو باہمی مشورے سے یعنی جمہوری طریقے سے طے کیا جائے گا۔ مباح امور میں کسی ایک شخص کی رائے پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا' ایک فرد واحد ایسا کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اسلام کے نام پر کسی فرد واحد کو آمرانہ انداز اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ غرض قرآن و سنت کے دائرے کے اندر رہ کر حریت و اخوت و مساوات کی اعلیٰ ترین اقدار کو اختیار کرنا لازم ہے لیکن اگر ہم نے ان جمہوری اقدار کو پامال کر دیا تو یہ اسلامی ریاست عہد حاضر کی مثالی اسلامی ریاست نہیں کہلا سکتی' بلکہ یہ ازمنہ وسطیٰ کی ریاست ہی ہو گی۔

ریاستی سطح پر نفاذ شریعت درحقیقت اسلامی نظام کا محض ایک جزو ہے' اس لئے کہ محض قانون کی تنفیذ سے پورا نظام نہیں بدلتا۔ اسی لئے ہم اسلام کے عادلانہ نظام اجتماعی کو برپا کرنے کے لئے انقلابی جدوجہد کر رہے ہیں۔ تاہم ریاستی سطح پر اگر ہم قرآن و سنت کو سپریم لاء تسلیم نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کا وہ سنگین فتویٰ ہم پر لاگو ہو جاتا ہے کہ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ... الظّٰلِمُوْنَ... الْفٰسِقُوْنَ ﴾ لیکن اگر ریاست کی سطح پر قرآن و سنت کو سپریم لاء تسلیم کر لیا جائے تو پوری قوم بحیثیت مجموعی کفر' فسق اور ظلم کے اس فتویٰ سے محفوظ ہو جائے گی۔

پاکستان دنیا کا منفرد ملک ہے جو اسلام کے نام پر مگر آئینی و جمہوری جدوجہد کے نتیجے میں قائم ہوا۔ گویا پاکستان کا باپ اگر اسلام ہے تو اس کی ماں جمہوریت ہے' لہٰذا پاکستان کو عہد حاضر کی اسلامی ریاست بنانے کے لئے جمہوریت کی اعلیٰ ترین اقدار کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہو گا' اگر ایسا نہ ہوا تو پاکستان شدید داخلی انتشار کا شکار ہو جائے گا۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے حوالے سے پہلی پیش قدمی قرارداد مقاصد کی منظوری سے ہوئی تھی' جس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو ریاستی سطح پر تسلیم کیا گیا تھا۔ چنانچہ پاکستان کے ہر نئے دستور میں یہ دفعہ شامل رہی' اگرچہ عملاً یہ دفعہ غیر مؤثر رہی۔ ضیاء الحق مرحوم نے ایک قدم آگے بڑھایا اور اسے باقاعدہ دستور کا حصہ بنا کر وفاقی شرعی عدالت قائم کر دی۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے اس کے دائرہ اختیار پر بعض پابندیاں عائد کر دیں اور شرعی عدالت کے ججوں کی شرائط ملازمت کا معیار بھی اعلیٰ عدالتوں کے ججوں سے کم تر رکھا۔ ان وجوہات کی بنا پر وفاقی شرعی عدالت مطلوبہ فرائض سرانجام دینے سے قاصر رہی۔

پاکستان کو مثالی اسلامی ریاست بنانے کے لئے اصول تو ہمیں قرآن و سنت اور خلافت راشدہ کے دور ہی سے لینے ہوں گے تاہم جہاں تک ریاستی اداروں کا تعلق ہے' یہ ہمیں مغرب سے لینے ہوں گے۔ اس لئے کہ حریت و اخوت و مساوات کے زریں اصول تو دنیا کو محمد عربی ﷺ نے عطا فرمائے تھے' لیکن پھر ان اصولوں پر ریاستی ادارے مغرب نے استوار کئے' یہ الگ بات ہے کہ شیطان نے مغرب میں اسلام کے انہی اصولوں کو مزید بڑھا کر معاشرتی سطح پر شیطنت کے سانچے میں ڈھال لیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انسانیت کو ہر قسم کی غلامی سے آزادی پر مبنی حریت کا سبق دیا مگر مغرب نے اسی آزادی کو "مادر پدر" بنا کر اسے اللہ' رسول ﷺ اور دین سے بھی آزاد کر دیا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے دنیا کو انسانی مساوات کا درس دیا تھا مگر مغرب نے اسے مساوات مرد و زن کے باطل نظریئے میں ڈھال دیا۔ مساوات مرد و زن کے اس گمراہ کن تصور نے خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ عورت اور مرد بحیثیت انسان مساوی حیثیت کے حامل ہیں لیکن جب ایک مرد شوہر اور عورت اس کی بیوی بن جاتی ہے تو حقوق و فرائض کے لحاظ سے ان دونوں کی حیثیت برابر نہیں ہوتی۔ وراثت میں بھی عورت اور مرد کا حق مساوی نہیں ہے۔ اسلام نے انسانی مساوات کا درس تو دیا ہے مگر اس مساوات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیوی اور شوہر ہر حوالے اور ہر اعتبار سے مساوی ہو جائیں گے۔

جدید ریاست کی مشین بڑی پیچیدہ ہے' مقننہ' عدلیہ' انتظامیہ' ریاست کے تین ستون ہیں۔ یہ تینوں ریاستی ادارے مل جل کر ریاست بنتے ہیں۔ چنانچہ اس حوالے سے دستور کی اہمیت ہے جو یہ معین کرتا ہے کہ ان تینوں اداروں کا باہمی ربط و تعلق کیا ہو گا؟ انتظامیہ اور مقننہ کیسے وجود میں آئے گی؟ ان اداروں کے حقوق و فرائض کی باہمی تقسیم اور دائرہ کار کیا ہو گا؟ صوبائی حقوق کا معاملہ ہو کہ صدر کے اختیارات کا مسئلہ' یہ سب کچھ دستور میں طے ہوتا ہے۔ لہٰذا حکومت کا آئینی ہونا اور دستور میں طے شدہ ریاستی اداروں کے مابین توازن کو ملحوظ خاطر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ اس پس منظر میں مجوزہ نفاذ شریعت بل کا جائزہ لیں تو اس کے دو حصے ہیں۔ اس بل کے پہلے حصے کا تعلق قرآن و سنت کو ملک کا بالاترین قانون قرار دینے سے متعلق ہے' گویا قرآن و سنت پاکستان کا سپریم لاء ہو گا' کوئی فرد یا ادارہ قرآن و سنت کے احکامات سے بالاتر نہیں ہو گا "تیری آواز مکے اور مدینے" اس لئے کہ قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینا تو اسلام کا اہم ترین تقاضا ہے جسے عملی شکل دینا لائق تحسین اور قابل صد مبارکباد ہے۔ اہم ترین بات سمجھنے کی یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہمیں اللہ اور رسول ﷺ کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے مگر حکمران کی اطاعت یا اولی الامر کی مطلق اطاعت کا کہیں تذکرہ موجود نہیں ہے بلکہ حکمران کی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع رہتے ہوئے کی جائے گی' لیکن اگر وقت کا حکمران کوئی ایسا حکم جاری کر دے جس کے بارے میں اختلاف رائے پیدا ہو جائے کہ یہ کتاب و سنت کے احکامات سے متجاوز ہے تو پھر اس کا فیصلہ کہاں اور کیسے ہو گا؟ کسی معاملے میں اختلاف رائے کی صورت میں عدلیہ ہی دستور کی کسٹوڈین (محافظ) کی حیثیت سے فیصلہ کرے گی۔ مجوزہ شریعت بل کا دوسرا حصہ دستور میں ترمیم کے طریق کار سے متعلق ہے۔ وہ یہ کہ اگر حکومت یہ سمجھے کہ کتاب و سنت کے احکامات میں کوئی شخص رکاوٹ بن رہا ہے تو اس صورت میں حکومت کے لئے طے شدہ طریق کی بجائے حاضر ارکان کی سادہ اکثریت دستور میں ترمیم کر سکے گی۔ اگر یہ ترمیم منظور ہو گئی تو اس کا سیدھا سادا مطلب یہ ہو گا کہ انتظامیہ کے ہاتھ میں بے پناہ اختیارات آ جائیں گے۔ اسی طرح دفعہ ۲ ب میں یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی راہ میں کوئی ریاستی اہلکار رکاوٹ ڈالے گا تو اس کے خلاف کسی عدالت میں [illegible] کہیں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔ اس حکومتی اقدام کی زد میں عدلیہ بھی آ جاتی ہے کہ عدلیہ بھی ایک حکومتی ادارہ ہی تو ہے۔ یہ چیزیں انتہائی خطرناک ہیں اور اس حوالے سے صورتحال ضیاء الحق کے [illegible] جیسی شکل اختیار کر گئی ہے کہ "اگر آپ کو اسلام چاہئے تو میں پانچ سال کے لئے پاکستان کا صدر ہو گیا" وگرنہ اسلام نہیں آ سکتا۔ اس حوالے سے نواز شریف بھی ضیاء الحق کے نقش قدم پر چل رہے ہیں کہ اگر آپ قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء بنانا چاہتے ہیں تو مجھے یہ اختیار دیا جائے کہ میں عدلیہ سے بالاتر ہو کر دستور میں جب چاہوں' حاضر ارکان کی سادہ اکثریت سے ترمیم کر دوں۔ اس بل کا یہ حصہ انتہائی غلط اور ملک کے شیرازہ کو بکھیر کر رکھ دے گا۔ اس وجہ سے مجھے اس دوسرے حصے سے اختلاف ہے۔

قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کے لئے جو بل پیش کیا گیا ہے' اس کے بارے میں پیدا ہونے والے اختلافات سے بچنے کے لئے بہترین راستہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ نواز شریف کے گزشتہ دور حکومت میں مولانا عبدالستار نیازی کی سربراہی میں قائم ہونے والے "نفاذ شریعت ورکنگ گروپ" نے جو سفارشات مرتب کی تھیں' جن میں تمام مکاتب فکر کے نمائندہ افراد شامل تھے' کو نافذ کر دیا جائے۔ حکومت کی طرف سے پیش کردہ بل کئی اعتبارات سے مبہم اور غیر واضح ہے۔ اس میں نہ تو وفاقی شرعی عدالت پر عائد

(باقی صفحہ [illegible])

# قرآن اور سنت کو پاکستان کا سپریم لاء بنانا قابل صد تحسین اور لائق مبارک باد ہے

## مجوزہ پندرھویں آئینی ترمیم کا ایک چھوٹا سا حصہ ایسا ایٹم بم ہے جو وفاق اور اداروں کو بھسم کر دے گا

## مجوزہ آئینی ترمیم اگر منظور ہو گئی تو سینٹ کا وجود بے معنی ہو جائے گا

مرزا ایوب بیگ' لاہور

تجزیہ

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے پاکستان کی ریاست کو اس کے جمہور کے توسط سے ان کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق دیا ہے وہ ایک مقدس امانت ہے۔ اور چونکہ قرارداد مقاصد کو دستور کا اساسی حصہ بنا دیا گیا ہے اور چونکہ اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہے اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنائے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلام کے بنیادی اصولوں اور نظریات کے مطابق جس طرح قرآن پاک اور سنت رسول ؐ میں ان کا تعین کیا گیا ہے' ترتیب دے سکیں اور چونکہ اسلام سماجی نظام کے قیام کا حکم دیتا ہے' جو اسلامی اقدار پر مبنی ہو' یہ تعین کرتے ہوئے کہ کیا صحیح ہے اور اسے روکنا جو غلط ہے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) اور چونکہ مذکورہ بالا مقصد اور ہدف کو پورا کرنے کی غرض سے یہ قرین مصلحت ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں مزید ترمیم کی جائے۔

مجوزہ پندرھویں ترمیم کے درج بالا افتتاحی کلمات سے کس مسلمان کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ درحقیقت پاکستان' جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا لیکن جمہوریت کے بطن سے پیدا ہوا' آغاز ہی سے دور حاضر کے جدید تقاضوں کو پورا کرنے اور اسلامی تعلیمات اور احکامات پر عمل درآمد کرنے کے معاملے میں کنفیوژن کا شکار ہو گیا۔ سیکولر سیاسی لیڈر اور دانشور بمقابلہ علماء کرام کشمکش شروع سے جاری ہے۔ اول الذکر دبی زبان میں ہی سہی اسلام کو قصہ پارینہ اور موجودہ دور میں ناقابل عمل قرار دیتے رہے اور موخر الذکر اسلام کو مکمل نظام حیات قرار دیتے ہوئے اس میں کسی قسم کے پیوند کو قبول کرنے کو تیار نہ ہوئے۔ یہ مقابلہ آن پیپر (On Paper) اور صحیح تر الفاظ میں زبانی کلامی علماء اور اسلام پسندوں نے جیتا ہوا تھا لیکن عملاً سیکولر طبقے نے اسلام کے عملی نفاذ کو بڑی کامیابی سے روکا ہوا تھا۔ اگر ہم اپنی دستوری تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو راقم کی یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی صاحب بصیرت ہستی یا جماعت یا حکومت' اسلام کے بنیادی اصولوں پر زد پڑے بغیر عصر حاضر کے جدید تقاضوں کو اسلامی نظام میں سمو کر آئین گلستان کی تیاری کرتی لیکن جس طرح سیکولر طبقہ نے یہ فراموش کر دیا کہ پاکستان کی جڑ اور بنیاد اسلام ہے اور کوئی عمارت جڑ اور بنیاد کے بغیر کھڑی نہیں کی جا سکتی' اسی طرح ہمارے علماء کو نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد نہ رہا کہ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے جہاں سے ملے حاصل کرلے' مثلاً ریاستی اداروں کا قیام آج کے دور میں مغرب کا بہت بڑا کارنامہ ہے لیکن ہمارے علماء ان کی حقیقی افادیت کا ادراک نہ کر سکے' لہٰذا بعض اوقات متقنہ پر اور بسا اوقات کل جمہوریت پر لعن طعن کرتے رہے۔

پاکستان کی دستوری تاریخ کا آغاز ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء سے ہوا۔ یہ آئین ہر لحاظ سے اسلامی رنگ ڈھنگ رکھتا تھا مگر برسر عمل نہ آسکا اور اڑھائی سال کی عمر میں ۷/۲/۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو وفات پا گیا۔ ۶۲ء کے دستور میں کچھ اسلامی دفعات شامل تھیں مگر وہ جامع اور تسلی بخش نہ تھیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں' جسے موجودہ آئین بھی کہا جا سکتا ہے اور نہیں بھی کہا جا سکتا' اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا مگر قرآن اور سنت کی بالادستی کا کوئی واضح تصور نہیں تھا۔ مولوی تمیز الدین کیس کے حوالے سے شہرت حاصل کرنے والے جسٹس منیر نے سرکاری مذہب ہونے کا یہ مطلب نکالا کہ یہ ایک علامتی دفعہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست کا سربراہ مسلمان ہو گا۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ دین اسلام کو قانون سازی' عدالتی فیصلوں اور نظام حکومت میں کوئی دخل حاصل ہو گا۔ جسٹس حمود الرحمٰن نے کہا کہ یہ کنفیوژن اس وقت تک رہے گا جب تک قرارداد مقاصد کو آئین کا باقاعدہ حصہ نہیں بنایا جاتا۔ جنرل ضیاء الحق نے یہ بھی کر دکھایا اور قرارداد مقاصد کو پیش لفظ سے اٹھا کر دستور کا عملی حصہ بنا دیا لیکن اس کے باوجود جسٹس نسیم حسن شاہ کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے فل بنچ نے یہ فیصلہ دیا کہ دفعہ ۲/الف کو آئین کی باقی دفعات پر کسی نوع کی برتری حاصل نہیں۔ اس تاریخی پس منظر میں دیکھیں تو محسوس ہو گا کہ مختلف مواقع پر دستوری سطح پر کافی پیش رفت ہوئی لیکن عملی لحاظ سے معاملہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کمیٹیوں سے آگے نہ بڑھ سکا۔

اس پس منظر میں آئین میں ترمیم کر کے قرآن اور سنت کو سپریم لاء بنانا انتہائی خوش آئند' قابل صد تحسین اور لائق صد مبارک باد ہے۔ ہم حکومت کو اس پر دلی مبارک باد دیتے ہوئے اس سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس معاملے میں ثابت قدم رہے اور کسی طرح بھی دباؤ میں نہ آئے اور اپنے اس بڑھے ہوئے قدم کو کسی طرح پیچھے نہ ہٹائے۔ ہماری درخواست ہے کہ مجوزہ دفعہ ۲ ب میں دستور کی دفعہ ۲۲۷ کے الفاظ بھی شامل کر دیئے جائیں۔ وفاقی شرعی عدالت پر عائد تمام پابندیاں ختم کر دی جائیں۔ علاوہ ازیں وفاقی شرعی عدالت کے ججوں اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ کے جج صاحبان کی حیثیت ہر اعتبار سے سپریم کورٹ کے جج صاحبان کے مساوی کی

جائے اور ان عدالتوں یعنی وفاقی شرعی عدالت و شریعت اپیلٹ بنچ میں عالم دین ججوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

اقلیتوں اور خواتین کے بارے میں اسلام کے احکامات بالکل واضح اور دو ٹوک ہیں۔ یقیناً اسلام صنف نازک کو وہ عزت و احترام دیتا ہے جو کوئی دوسرا نظام یا معاشرہ نہیں دے سکتا لیکن وہ بے حجابی اور بے پردگی کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ اسلام مرد اور عورت کا الگ الگ دائرہ کار مقرر کرتا ہے اور بے پردگی کو بے حیائی، فحاشی اور جنسی جرائم کا زینہ قرار دیتا ہے۔ اسی طرح اسلامی حکومت اقلیتوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ قرار دی گئی ہے۔ انہیں اپنے طریقہ کے مطابق عبادت اور مذہبی رسومات کے ادا کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔ لیکن اسلامی معاشرے میں کسی دوسرے مذہب کی تبلیغ نہیں کی جا سکتی۔ پھر یہ کہ اسلامی حکومت میں مسلمان زکوٰۃ ادا کریں گے اور ریاست کے مکمل شہری ہوں گے جبکہ غیر مسلم جزیہ ادا کریں گے اور وہ ریاست کے مکمل شہری نہیں ہوں گے۔ راقم کو خواتین اور اقلیتوں کے معاملے میں خاص طور پر لکھنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی ہے کہ وزیر اعظم میاں نواز شریف اور بہت سے وزراء قومی اسمبلی میں شریعت بل پیش کرنے کے بعد ان دو معاملات میں کچھ ڈرے ڈرے سے دکھائی دیتے ہیں اور معذرت خواہانہ بیانات جاری کر رہے ہیں۔ شاید ان معاملات میں مغرب کا جو ردعمل سامنے آیا ہے وہ اس سے خوفزدہ ہیں۔ علاوہ ازیں مشیر خزانہ حفیظ پاشا کے اس بیان کی اگرچہ تردید شائع ہو گئی ہے کہ شریعت نافذ ہونے کے بعد بھی سود کی ادائیگی جاری رہے گی پھر بھی ہم یہ بات حکومت کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ سودی لین دین کی موجودگی میں اسلامی نظام ایک بار پھر زکوٰۃ اور صلوٰۃ کمیٹیوں تک محدود ہو کر رہ جائے گا۔

اب آیئے اس مجوزہ بل کے اُس حصے کی طرف جس کا تعلق وفاقی حکومت کے اختیارات سے ہے۔ شریعت کے نفاذ کے لئے وفاقی حکومت ہدایات جاری کر سکے گی اور ریاست کا کوئی بھی اہلکار ان پر عمل درآمد سے گریز کرے گا تو اس کے خلاف کارروائی ہو گی۔ ظاہر ہے عدلیہ کے ارکان بھی اس میں شامل ہوں گے۔ اس دفعہ کے تحت جو احکامات جاری ہوں گے وہ پورے ملک میں نافذ ہوں گے اور ان کے لئے کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہو گی۔ مجوزہ پندرھویں ترمیم کا یہ چھوٹا سا حصہ ایسا ایٹم بم ہے جو وفاق اور اداروں کو خاکستر کر دے گا۔ اندازہ کیجئے کہ وفاقی حکومت ایسے احکامات جاری کر سکے گی جس کا دائرہ کار کچھ بھی ہو صوبوں پر اس کی پابندی لازمی ہو گی۔ یعنی صوبائی خود مختاری کو کلی طور پر ملیامیٹ کر دیا جائے گا۔ چھوٹے صوبوں میں صوبائی خود مختاری کے بارے میں جو شکوک و شبہات پہلے سے موجود ہیں وہ ایسے حقیقی اور یقینی ہو جائیں گے کہ کسی چھوٹے صوبے میں فراخ دل سے فراخ دل پاکستانی بھی مرکز سے نالاں ہو جانے پر مجبور ہو جائے گا۔ پھر یہ کہ وفاقی حکومت کے احکامات کو باقاعدہ قانون بنانے کے لئے قانون سازی مرکزی یا صوبائی سطح پر نہیں ہو گی بلکہ وفاقی حکومت کا حکم ہی قانون کا درجہ اختیار کر جائے گا' بالفاظ دیگر اسلامائیزیشن کے نام سے قانون ساز اداروں کا کردار ختم کر دیا جائے گا یعنی مشاورت کو' جو اسلام میں صاحب اقتدار طبقہ کے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے' شریعت نافذ کرنے کے لئے ساقط کر دیا جائے گا۔

اس آئینی ترمیم میں دفعہ ۲۳۹ میں جس طرح تبدیلی تجویز کی گئی اس بارے میں بہترین تبصرہ خود حکمران جماعت کی پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں ایک رکن کی طرف سے کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس مضحکہ خیز انداز میں تو فٹ بال ایسوسی ایشن کے آئین میں بھی ترمیم نہیں کی جاتی جس طرح آپ ملکی آئین میں کرنا چاہتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق دونوں ایوانوں میں الگ الگ کل ممبران کی دو تہائی تعداد اگر ترمیم کے حق میں ووٹ ڈال دے تو ترمیم ہو جاتی ہے' جبکہ مجوزہ ترمیم میں کہا گیا ہے کہ ہر ایوان میں اس کے کل نہیں بلکہ حاضر ارکان میں سے اگر نصف ترمیم کے حق میں ووٹ دے دیں تو آئین میں ترمیم منظور ہو جائے گی۔ بلکہ اگر کوئی ایوان سادہ اکثریت سے بھی ترمیم منظور نہ کرے تو پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلا کر اگر وہاں حاضر ارکان کی سادہ اکثریت ترمیم کی منظوری دے دیتی ہے تو وہ ترمیم باضابطہ آئینی ترمیم قرار پا جائے گی۔ اس کے دو نتائج نکلیں گے۔ ایک تو پاکستان کا آئین یقیناً دنیا کا بے وقعت ترین آئین قرار پائے گا۔ دوسرا نتیجہ انتہائی خوفناک ہو گا۔ خدارا سوچئے! قومی اسمبلی میں پنجاب کی نمائندگی باقی تینوں صوبوں کی مجموعی نمائندگی سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ملک بھر میں قومی اسمبلی میں دو سو (۲۰۰) نشستوں پر انتخاب ہوتا ہے جس میں سے ایک سو سولہ پنجاب اور باقی تینوں صوبوں میں سے ۸۴ نمائندے منتخب ہو کر آتے ہیں یعنی ملک میں پنجاب سے تعلق رکھنے والا ایک ایسا شخص بھی وزیر اعظم ہو سکتا ہے جو اپنے صوبے میں انتہائی مقبول ہو اور اس بنیاد پر ایک سو سے زائد نشستیں حاصل کر لے' چاہے باقی تین صوبے اسے قطعی طور پر جانتے بھی نہ ہوں اور وہ ان کے لئے بالکل اجنبی ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی لئے سینٹ کا قیام عمل میں آیا تھا جس میں چاروں صوبوں کو یکساں نمائندگی حاصل ہے۔ مشترکہ

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے مرتب کردہ

مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کے دروس پر مشتمل

الهدیٰ

COMPUTER CD

تیار کر لی گئی ہے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے مذکورہ دروس اس سے قبل 44 آڈیو کیسٹوں پر مشتمل تھے۔ ان سب دروس کو ایک CD میں یکجا کر دیا گیا ہے۔

تعارفی قیمت -/175 روپے

المعلن: ناظم شعبہ سمع و بصر، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

# خلفاء کی تواضع ...... عظمت کے نشان

(مرتب: حافظ محبوب احمد خان: تاریخ طبری' علامہ ابن جریر طبریؒ)

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے ہمارا لشکر عراق کی طرف بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح نصیب کی اور ہم نے فارس کو فتح کر لیا اور بہت کچھ مال و متاع لے کر واپس ہوئے۔ لباس فاخرہ ہم نے زیب تن کیا ہوا تھا۔ جب ہم آپؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپؓ نے منہ پھیر لیا اور ہم سے بات تک نہ کی۔ یہ امر ہم لوگوں پر نہایت شاق گزرا۔ ہم نے عبداللہ بن عمرؓ سے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر ؓ "زاہد فی الدنیا" ہیں انہوں نے آپ لوگوں کو وہ لباس پہنے دیکھا جسے آنحضرت ﷺ نے کبھی نہیں پہنا اور نہ آپؐ کے بعد آپؐ کے خلیفہ نے۔ لہٰذا ہم لوگ اپنے اپنے گھر واپس آئے اور لباس اتار کر اپنا وہی قدیمی لباس پہن کر پھر آپؓ کے پاس آئے تو آپ نے فرداً فرداً ہم سب کو سلام کیا اور ہر ایک سے معانقہ کیا۔ گویا پہلی دفعہ آپ نے ہمیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس کے بعد ہم نے غنائم پیش کئے اور آپؓ نے ہمارے درمیان برابر تقسیم کئے۔ بعد ازاں آپ پر غنیمت کے سرخ و سفید حلوے پیش کئے گئے۔ آپ نے اس کا ذائقہ چکھا تو وہ نہایت لذیذ اور خوشبودار تھا۔ فرمایا اے معشر مہاجرین و انصار! یہ وہ طعام ہے جس کے پیچھے بیٹے اپنے باپ کو اور بھائی اپنے بھائیوں کو قتل کریں گے۔ پھر آپ نے حلوہ منگوا لئے اور مہاجرین و انصار کے ان یتیم بچوں میں تقسیم کر دیا جن کے باپ آنحضرت ﷺ کے زمانہ ہی میں لڑائیوں میں شہید ہو گئے تھے۔

ایک دفعہ اصحاب رسول ﷺ مسجد میں جمع ہوئے اور کہنے لگے آپ لوگ حضرت عمر فاروقؓ کے زہد کو نہیں دیکھتے۔ ایک پرانا جبہ اپنے جسم پر ڈال رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر قیصر و کسریٰ فتح کئے اور مشرق و مغرب تک حکومت پھیلائی۔ عرب و عجم کے قاصد آپؓ کے پاس آتے ہیں اور وہ آپؓ کو یہی جبہ پہنے دیکھتے ہیں جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ اگر آپؓ لوگ درخواست کریں تو کیا عجب ہے کہ آپؓ اپنی حالت کو بدل دیں اور اچھے کپڑے پہن لیں جس سے آپ مہیب صورت ہو جائیں گے۔ اور صبح و شام آپؓ کا دسترخوان بچھایا جایا کرے اور مہاجرین و انصار میں سے جو کوئی موجود ہو' شریک ہو جایا کرے۔ سب نے کہا یہ آپ سے بجز حضرت علی ؓ کے کوئی نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے داماد ہیں۔ لوگ آپ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا آپ لوگ ازواج نبی ؓا سے کہئے وہ امہات المومنین ؓا ہیں وہ کہہ سکیں گی چنانچہ لوگ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ ؓا کے پاس آئے' جو ایک ہی جگہ جمع تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓا نے فرمایا میں اس کے متعلق آپ سے گفتگو کروں گی اور حضرت حفصہ ؓا نے فرمایا مجھے امید ہے کہ آپ قبول کریں۔ چنانچہ دونوں حضرت فاروق اعظم ؓ کے پاس گئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓا نے کہا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ایک امر کے متعلق گفتگو کروں؟ فرمایا اے ام المومنین ؓ کہو کیا کہتی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓا نے فرمایا آنحضرت ﷺ جنت اور رضوان الٰہی میں چلے گئے اور دنیا کی طرف توجہ نہ کی اور نہ دنیا نے آپ کی طرف۔ اسی طرح آپ کے قدم بقدم حضرت صدیق اکبر ؓ چل بسے اور آپ پر اللہ تعالیٰ نے کنوز کسریٰ و قیصر فتح کئے اور ان کا مال آپ کے پاس بھیجا اور مشرق و مغرب کو آپ کے تابع کر دیا۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور زیادہ کر دے۔ آپ کے پاس عرب و عجم کے قاصد آتے ہیں اور آپ کو یہ پرانا پرانا اور بوسیدہ جبہ پہنے ہوئے دیکھتے ہیں جس میں بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ اگر آپ اپنا لباس تبدیل کر دیتے اور صبح و شام آپ کا دسترخوان بچھایا جایا کرے اور حاضرین بھی اس میں شریک ہوں۔ آپ یہ سن کر بہت روئے اور فرمایا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو یہ معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے متواتر دس دن یا پانچ یا تین دن کبھی جو کی روٹی شکم سیر ہو کر کھائی یا کبھی آپ نے صبح و شام کا کھانا جمع کیا (یعنی صبح کھایا ہو اور پھر شام کو بھی) یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا میں قسم دلا کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے سامنے کبھی ایک بالشت اونچا دسترخوان بھی نہیں بچھایا گیا بلکہ جب آپ کھانا طلب کرتے تو نیچے زمین پر ہی رکھا جاتا اور دسترخوان اٹھا دیا جاتا۔ عرض کیا بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر فرمایا آپ دونوں آنحضرت ؓ کی ازواج ہیں آپ کو مسلمانوں کو کہنے سننے کا حق حاصل ہے لیکن آپ نے مجھے دنیا کی طرف رغبت دلانے کی کوشش کی حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے بھی صوف کا جبہ پہنا ہے جس سے بسا اوقات آپؐ کا جسم زخمی ہو جاتا۔ آپ دونوں کو بھی اس کا علم ہے۔ عرض کیا بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ فرمایا آپ کو یہ بھی علم ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ایک عبا تھی جسے شب کو اوڑھ کر سوتے تھے اور ایک بوریا تھا جو دن کو آپ کا فرش ہوتا اور شب کو بچھونا جس کا نقش آپ کے جسم مبارک پر ہویدا ہو جاتا۔ اے حفصہ ؓ کیا تمہیں یاد نہیں کہ تم نے ایک دن اس بوریئے کو دوہرا کر دیا اور بوجہ نرم ہو جانے کے آنحضرت ﷺ کو خوب نیند آ گئی۔ یہاں تک کہ بلال ؓ کی اذان سے پہلے آپ کی آنکھ نہ کھلی۔ آپؐ نے فرمایا اے حفصہؓ تم نے ایسا کیوں کیا کہ صبح تک میری آنکھ لگ گئی۔ مجھے دنیا سے کیا واسطہ' کیوں تم نے مجھے نرم بچھونے پر سلایا؟ اے حفصہ ؓا کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ مغفور تھے۔ آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف تھیں' باوجود اس کے آپ ہمیشہ بھوکے سوتے شب بیدار' راکع و ساجد' رونے والے اور متضرع رہے کیا دن اور کیا رات۔ ہمیشہ آپ کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوار رحمت میں بلا لیا تو عمر ؓ کو اچھا کھانے' پینے پہننے اور اوڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسے اپنے صاحبین کا طریقہ کافی و وافی ہے۔ وہ دو سالن' بجز پانی اور روغن زیتون کے اپنے دسترخوان پر کبھی جمع کرے گا اور نہ وہ گوشت کھائے گا مگر مہینے میں ایک دفعہ۔ اس کے بعد ہم دونوں آپ کے پاس سے آ گئیں اور اصحاب رسول ﷺ کو اس کی خبر دی۔ حضرت فاروق اعظم ؓ کا اپنی وفات تک یہی حال رہا۔

# ایٹمی معاہدوں کے چنگل سے بچنا کیوں ضروری ہے؟

کموڈور (ریٹائرڈ) طارق مجید

استکباری طاقتوں نے دُنیا میں اپنی بالادستی برقرار رکھنے کے لئے ہتھکنڈے اور فریبی طریقے اختیار کر رکھے ہیں۔ ان میں ایٹمی اور دیگر جنگی ہتھیاروں پر پابندیوں کے معاہدوں کا وسیع جال بھی شامل ہے۔ جن میں دو بین الاقوامی معاہدے این پی ٹی اور سی ٹی بی ٹی سرفہرست ہیں۔

سی ٹی بی ٹی کا معاملہ اہمیت کا حامل بن گیا ہے کیونکہ امریکہ کی سربراہی میں استکباری طاقتیں پاکستان پر سخت دباؤ ڈال رہی ہیں کہ وہ سی ٹی بی ٹی پر بلاچون وچرا دستخط کر دے۔ اور پھر این پی ٹی پر بھی دستخط کر کے اس زمرے کے دیگر بین الاقوامی معاہدوں مثلاً Fissile Material Cut-Off Treaty کو سرکاری طور پر قبول کر لے اور اپنے ایٹمی پروگرام کو ان معاہدوں کی نگرانی میں دے دے۔

استکباری طاقتوں کی مخصوص ٹولی ہے۔ اس میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، ہالینڈ اور اٹلی کے ساتھ روس بھی شامل ہے۔ عالمی اقتصادی معاملات میں جاپان کو اس کی اقتصادی قوت واہمیت کی وجہ سے اس ٹولی کا رکن شمار کیا جاتا ہے۔ اس طرح ایٹمی معاملات کے ضمن میں چین ایٹمی طاقت ہونے کے ناتے اِس ٹولی کے ان چار ممالک یعنی امریکہ، برطانیہ، فرانس اور روس کے ساتھ شامل کر لیا جاتا ہے۔

لیکن اس "سات کی ٹولی" یا G-7 جن کے نام اوپر دیئے گئے ہیں، کے اپنے جو خاص اور خفیہ اغراض ومقاصد ہیں ان سے چین اور جاپان کا کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ چین اور جاپان کو اپنے اغراض و عزائم کے لئے استعمال کرنا اور ساتھ ساتھ ان دونوں ملکوں کو ہر طرح سے نقصان پہنچانا سات کی ٹولی کے چارٹر میں شامل ہے۔

سات کی ٹولی کے ممالک باہمی طور پر کئی رشتوں میں جڑے ہوئے ہیں۔ سب عیسائیت کے پیروکار ہیں، تاریخی اور نسلی طور پر ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں، تہذیب و تمدن میں ایک جیسے ہیں، ان کا سماجی، سیاسی اور معاشی نظریہ حیات ایک ہے اور یہ سب نیٹو Nato کی تنظیم کے ارکان ہیں اور فوجی وسیاسی اعتبار سے ایک دوسرے کے اتحادی ہیں۔ آپس میں ان کے تنازعات اپنی جگہ ہیں لیکن اپنے استکباری مقاصد میں یہ بالکل متحد ہیں۔

ان کا اس وقت سب سے اہم مقصد اور منصوبہ عالم اسلام کو پوری طرح اپنی گرفت میں لینا ہے۔ ایسے مسلم ممالک مثلاً ایران، عراق، سعودی عرب، ترکی، مصر، سوڈان، انڈونیشیا اور پاکستان جو رقبے، آبادی اور دیگر ذرائع اور وسائل کی بنا پر بین الاقوامی سطح پر سیاسی اور فوجی طاقتیں بن کے ابھر سکتے ہیں، استکباری ٹولی کے خاص ہدف ہیں۔ جن پاکستانیوں کو ـــــ اور ان میں عوام کی نسبت خواص زیادہ ہیں ـــــ اپنے ملک کی نوعیت، وقعت اور ان گنت صلاحیتوں کا اندازہ بلکہ احساس بھی نہیں، انہیں اس بات پر حیرانی ہوگی کہ استکباری ٹولی کے منصوبہ ساز اسلامی جمہوریہ پاکستان کو عالمی طاقت بننے کی صلاحیتوں کا مالک سمجھتے ہیں اور عالم اسلام کے خلاف اپنے عزائم کی راہ میں پاکستان کو سب سے بڑی رکاوٹ تصور کرتے ہیں۔

اسرائیل اور بھارت کا استکباری ٹولی کے ساتھ قریبی تعلق ہے۔ اس تعلق پر کسی کو حیرت نہیں ہونی چاہئے۔ یہ دونوں ممالک عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان کے خلاف استکباری ٹولی کے منصوبوں میں نمایاں کردار ادا کرتے آ رہے ہیں اور ان دونوں کا آپس میں بھی گہرا تعاون چلا آ رہا ہے۔ استکباری ٹولی کے منصوبہ ساز اپنی فتنہ پرور سکیمیں سالہا سال پہلے سے بنا کے رکھتے ہیں اور پھر ان کو "وارد" کرنے کے لئے حالات اور ماحول کو بدلتے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے استکباری ٹولی کے پاس وسائل کثیر ہیں۔ تاہم اس ٹولی کا ایک بڑا وسیلہ وہ مقامی مہرے ہوتے ہیں جو یہ ٹولی ہر ہدف کردہ ملک میں وہاں کے سرکردہ اور بااثر افراد میں سے تیار کر کے رکھتی ہے۔

یہ چند نکات اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ غلبے اور تسلط کے لئے آج کی دنیا میں دہشت گردی، سیاسی ابتری، فحاشی، معاشی و معاشرتی بدحالی اور اقتصادی اور دفاعی بیخ کنی کے ذریعے جو کھیل کھیلا جا رہا ہے یہ اس کے حقائق ہیں۔ انہیں سمجھے بغیر یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ پاکستان پر سی ٹی بی ٹی اور این پی ٹی پر دستخط کرنے کے لئے کیوں اتنا دباؤ ڈالا جا رہا ہے جبکہ بھارت پر ایسا دباؤ نہ ہونے کے برابر ہے، پاکستان کیوں صرف چند بلین ڈالر کے قرضے کے عوض سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے لئے آمادہ دکھائی دیتا ہے جبکہ بھارت کہتا ہے کہ پہلے ہمارے من مانے مطالبات پورے کرو پھر دستخط کی بات کرو، اور پاکستان کے موجودہ اقتصادی بحران کے پیچھے اصل محرکات کیا ہیں۔

ایٹمی معاہدوں کی ابتداء ۱۹۶۰ء کی دہائی میں ہوئی اور دونوں معاہدوں کے بانی ارکان امریکہ، روس اور برطانیہ ہیں۔ جبکہ فرانس اور چین ان میں چند سال کے بعد شامل ہوئے۔ ایٹمی دھماکوں کے انسداد کا معاہدہ اگست ۱۹۶۳ء میں طے کیا گیا۔ اس کے مطابق خلا، فضا اور زیر آب ایٹمی ٹیسٹ دھماکے ممنوع قرار دیئے گئے لیکن زیر زمین دھماکوں پر پابندی نہ لگائی گئی۔ بتدریج اس معاہدے کو وسعت دے کر سی ٹی بی ٹی (ٹیسٹ دھماکوں کے انسداد کا جامع معاہدہ) بنا دیا گیا جو ۱۹۹۶ء میں لاگو ہو گیا اور اس کے تحت زیر زمین دھماکوں پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ این پی ٹی (ایٹمی صلاحیت کے فروغ کو روکنے کا معاہدہ) بھی سب سے پہلے جولائی ۱۹۶۸ء میں امریکہ، روس اور برطانیہ کے باہمی اتفاق سے وجود میں آیا اور ۱۹۷۰ء میں لاگو کر دیا گیا۔ کہا گیا کہ ۳۰ سال بعد اس پر دوبارہ غور کیا جائے گا۔ ۱۹۹۶ء میں اسے زیر بحث لایا گیا اور اسے مزید کئی سالوں کے لئے لاگو رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔

ان دونوں معاہدوں کے بارے میں چند نکات ذہن نشین ہونے چاہئیں۔

- معاہدوں کے متن طویل اور نہایت دقیق ہیں۔
- کئی شقیں مبہم رکھی گئی ہیں تاکہ بڑی ایٹمی طاقتیں جیسے چاہیں ان کی شرح اور تعبیر کر سکیں۔
- کچھ شقیں انتہائی پیچیدہ اور ٹیکنیکل ہیں جو کہ ایٹمی ٹیکنالوجی کے ماہر ترین سائنسدانوں اور بین الاقوامی قانون کے ماہرین نے حل کر بنائی ہیں۔ انہیں پوری طرح سمجھنے کے لئے اس ملک کو جس نے ان معاہدوں پر دستخط کرنے ہیں ماہرین کی ایسی ہی ٹیم پیدا کرنی ہوگی۔
- معاہدوں کے کچھ حصے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں۔ حکومتوں کو بھی ان کی خبر تب ہوتی ہے جب وہ بیرونی سیاسی دباؤ کے سامنے جھک کے معاہدوں پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ اس سٹیج پر وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتیں اور یہ پوشیدہ شقیں وہ اپنے عوام کو بھی نہیں بتا سکتیں کیونکہ یہ شقیں قوم کے وسیع تر مفادات اور اس کے وقار کے منافی ہوتی ہیں۔
- ان معاہدوں کا یہ ایک مشترک اور بڑا مقصد ہے کہ مسلمہ ایٹمی طاقتوں کے علاوہ دوسرے ممالک کو اپنی قومی ایٹمی صلاحیت پیدا کرنے سے سرے سے روک دیا جائے اور اگر کوئی ملک بڑی طاقتوں کی مرضی کے خلاف اپنی ایٹمی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے تو اسے ان معاہدوں کو تسلیم کرنے پر مجبور کر کے اس کی ایٹمی

صلاحیت کا خاتمہ کرادیا جائے اور اسے ایسی بندشوں کے تحت لے آیا جائے کہ وہ آئندہ ایٹمی صلاحیت کبھی پیدا نہ کرسکے۔

- ان دونوں معاہدوں کے کرتا دھرتا امریکہ' برطانیہ' روس' فرانس اور انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی (IAEA) ہیں۔ اگر وہ کسی ملک کو ایٹمی صلاحیت کے ضمن میں ان معاہدوں کی رو سے رعایات دینا چاہتے ہیں یا اس کے ساتھ خصوصی ترجیحی سلوک کرنا چاہتے ہیں تو ان معاہدوں میں ایسی ترکیب موجود ہے کہ وہ ایسا کرسکتے ہیں۔ صیہونی ریاست اسرائیل مطالبہ کئے بغیر اس ترجیحی سلوک کی ہمیشہ امیدوار رہی ہے۔ اور مئی ۱۹۷۴ء میں پہلا ایٹمی دھماکہ کرنے کے بعد سے بھارت بھی اپنے آپ کو ترجیحی سلوک کا حقدار سمجھتا ہے۔

مندرجہ بالا نکات اور اس سے پہلے دیئے گئے بین الاقوامی چالبازی کے حقائق کی روشنی میں پاکستان کے لئے سی ٹی بی ٹی اور این پی ٹی پر دستخط کرنے کا مسئلہ کافی واضح ہو جانا چاہئے۔ اب پاکستان کے حوالے سے ان معاہدوں کے چند مخصوص تقاضات سے بھی آگاہی اور واقفیت حاصل کر لیجئے۔

## این پی ٹی

اس معاہدے کے آرٹیکل ۹ کے تیسرے پیرا کے مطابق "ایک ملک کو ایٹمی طاقت (Nuclear Power) کا درجہ صرف اس صورت میں ملے گا اگر اس نے یکم جنوری ۱۹۶۷ء سے پہلے ایٹمی ہتھیار بنائے اور ٹیسٹ کئے ہوں"۔ ایٹمی طاقت کا رتبہ بڑی وقعت و اہمیت کا حامل ہے۔ ایٹمی طاقت کا رتبہ رکھنے والا ملک این پی ٹی پر دستخط کرنے کے بعد بھی ایٹمی معاملات میں خود مختار رہتا ہے۔ اس پر انٹرنیشنل انسپکشن یعنی معائنہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ ایٹمی ہتھیار رکھ سکتا ہے' ایٹمی مواد بنا سکتا ہے' ریسرچ کر سکتا ہے وغیرہ۔ ان سب رعائتوں کے علاوہ "ایٹمی طاقت" کا رتبہ رکھنے والا ملک دنیا میں جو وقار' ممتاز مقام اور سیاسی و نفسیاتی اہمیت حاصل کر لیتا ہے وہ اس کے لئے بہت بڑا قومی اثاثہ بن جاتا ہے۔

اگر پاکستان نے ایٹمی طاقت کا مقام حاصل کئے بغیر این پی ٹی پر دستخط کرنے کی غلطی کی تو اسے کوئی رعایت حاصل نہیں ہوگی اور این پی ٹی کے تقاضوں کے مطابق پاکستان کا ایٹمی پروگرام' اس کے تمام ایٹمی منصوبے' اڈے اور تمام ایٹمی ہتھیار اور مشینری و ساز و سامان انٹرنیشنل معائنہ کمیشن کے کنٹرول میں آ جائے گا۔ انٹرنیشنل ایٹمی انسپکٹروں کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ پاکستان کی ایٹمی جنگی صلاحیت کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ جو ایٹمی توانائی کے پلانٹ بجلی وغیرہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں وہ ان انسپکٹروں کی نگرانی میں کام کریں گے۔ کیا پاکستانی قوم حکومت کو ایسی غلطی کرنے کی اجازت دے سکتی ہے؟ بالکل نہیں۔ لہٰذا یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ اگر پاکستان ایٹمی طاقت کا درجہ حاصل کئے بغیر دستخط کردے گا تو وہ خود بخود این پی ٹی کی جھولی میں جا گرے گا یعنی پھر اسے این پی ٹی پر بھی دستخط کرنا ہوں گے۔

## سی ٹی بی ٹی

بھارت نے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے لئے جو شرائط اعلانیہ پیش کی ہیں وہ قابل غور ہیں : بھارت کا تقاضا ہے کہ "اسے ایٹمی طاقت کا رتبہ دیا جائے' اسے ایٹمی مواد تیار کرنے کی کھلی اجازت ہو' بیرون ملک سے ایسا مواد اور سامان جو ایٹمی توانائی کے پُرامن مقاصد کے علاوہ فوجی مقاصد کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہو وہ بغیر کسی پابندی کے منگوا سکے۔ اسے سلامتی کونسل کا مستقل رکن بنایا جائے۔"

ان میں اصل تقاضا صرف ایک ہے کہ ایٹمی طاقت کا رتبہ ملے۔ اگر یہ رتبہ مل جاتا ہے تو اس کے باقی تقاضے خود بخود پورے ہو جائیں گے۔ یہی تقاضا پاکستان کو کرنا ہوگا کہ اسے ایٹمی طاقت کا رتبہ دیا جائے۔

اگر پاکستان صرف چند بلین ڈالر کے قرض کے عوض اور امریکہ کے دباؤ کے تحت سی ٹی بی ٹی پر دستخط کردیتا ہے تو اس کے نقصانات نہایت سنگین ہوں گے۔ حکومت کے اپنے ایک اعلیٰ رُکن اٹارنی جنرل کا بیان جو انہوں نے ۲۴/ جولائی ۹۸ء کو لاہور ہائی کورٹ میں ایمرجنسی کے نفاذ کے حق میں دلائل دیتے ہوئے دیا قابل غور ہے۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ "اقتصادی پابندیاں لگانے کے بعد امریکہ نے سخت دباؤ ڈال رکھا ہے کہ پاکستان سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرے جو کہ ہمیں این پی ٹی پر دستخط کرنے کی طرف دھکیل دے گا جس کے نتیجے میں ہمارا ایٹمی پروگرام "رول بیک" ہو جائے گا اور پاکستان کو بھارت کی بالادستی قبول کرنا پڑے گی۔"

سی ٹی بی ٹی کے مسئلہ پر اٹارنی جنرل کا یہ مختصر بیان وہی نکات پیش کر رہا ہے جن کی وضاحت اوپر کی گئی ہے۔ پاکستان ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر منیر احمد نے انسٹی ٹیوٹ آف سٹریٹجک سٹڈیز اسلام آباد میں سی ٹی بی ٹی کے مسئلہ پر ۲۹ جولائی کو ایک سیمینار میں خطاب کرتے ہوئے اس معاہدے پر دستخط کرنے کی پُرزور مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنا ہمارے ایٹمی پروگرام کو منجمد کر دینے کے مترادف ہوگا اور یوں ہمارے لئے ایٹمی صلاحیت میں ترقی کے راستے بند ہو جائیں گے۔ ایٹمی ترقی کی جس سٹیج پر ہم اس وقت ہیں امریکہ اور روس وہاں ۵۰ سال قبل تھے۔ ہمارے پاس وہ اعلیٰ کمپیوٹر ٹیکنالوجی بھی نہیں جس کے ذریعے امریکہ بغیر ایٹمی ٹیسٹ کئے نئے ایٹمی سسٹم ڈیزائن کر سکتا ہے اور ایٹمی ترقی کے مراحل طے کر رہا ہے"۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے جس میں حکام اور پالیسی ساز بھی شامل ہیں کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کردینے میں کوئی حرج نہیں' اس پر عمل درآمد تو اس وقت شروع ہوتا ہے جب حکومت اس کی توثیق یعنی Ratification کردے اور یہ کہ توثیق کرنے کے بعد بھی معاہدے سے دستبرداری کی جا سکتی ہے! لیکن یہ خام خیالی اور بڑی طاقتوں کی چالوں سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

سوچئے! ایٹمی دھماکے کرنے کے بعد یہ اقتصادی اور معاشی بدحالی کا بحران یک لخت کیسے پیدا ہو گیا؟ اب ہر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ اس بحران کا تو امریکہ وغیرہ کی لگائی ہوئی پابندیوں کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں بنتا اور یہ کہ حکومت نے جو پالیسیاں نافذ کیں وہ اصلاً ناقص اور نقصان دہ تھیں اور ان کے خالق وہ اقتصادی ماہرین ہیں جو آئی ایم ایف اور عالمی بینک کے ملازم رہے ہیں۔

دراصل یہ مالیاتی بحران خود ساختہ ہے۔ اگر یہ بات عجیب معلوم ہو تو اس مضمون کی ابتداء میں بین الاقوامی چالبازی کے جو چند حقائق پیش کئے گئے ہیں ان پر دوبارہ نظر ڈالئے' حقیقت واضح ہو جائے گی۔ پاکستان سے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کروانے کے لئے مالی و معاشی بحران کے علاوہ اور بھی کئی ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں اور امریکہ نہایت درشتگی سے یہ بھی کہہ رہا ہے کہ دستخط کرنے کے لئے پاکستان کی کوئی شرط قبول نہیں کی جا سکتی اور اس معاملے کا کشمیر سے بھی کوئی تعلق نہیں مانا جائے گا۔

اگر پاکستانی حکام نے دباؤ کے تحت اور خام خیالی کا سہارا لے کر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کردیئے تو یہ بہت بڑی قومی غلطی ہوگی بلکہ یہ فیصلہ قومی سطح پر خودکشی کے مترادف ہو گا۔ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کردینے کے بعد پاکستان اس جال سے نہیں نکل سکے گا بلکہ مزید اس کی لپیٹ میں آتا جائے گا کیونکہ استکباری ٹولی کی سکیم یہی ہے۔ اگر حکمران طبقہ اخلاص' حکمت اور ثابت قدمی اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو ملک اس نازک مرحلے سے لازماً خوش اسلوبی سے نکل جائے گا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کوئی چھوٹا' معمولی' غیر اہم یا عام ملک نہیں۔ ۵۳ مسلم ممالک میں واحد ایٹمی طاقت ہے اور یہ بین الاقوامی ایٹمی طاقتوں کے زمرے میں آتا ہے۔ امت مسلمہ کے اتحاد اور اسلام کی سربلندی کے لئے اس ملک کو بھی اپنا مجوزہ کردار ادا کرنا چاہئے۔ جو فوجی قوت اور ایٹمی صلاحیت اتنی کاوش اور قربانیوں کے بعد حاصل کی ہے اسے اس ملک نے نہ صرف برقرار رکھنا ہے بلکہ اسے فروغ بھی دینا ہے۔

# نفاذِ اسلام کے مبارک کام کیلئے علماء اپنے اختلافات پس پشت ڈال دیں!

## دین کے اجتماعی تصورات آج ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو چکے ہیں

تحریر: نجیب صدیقی' کراچی

عوام اگر اٹھ کھڑے ہوں تو وہ اپنے مطالبات حکومت سے منوا لیتے ہیں۔ ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ ایسا کئی بار ہو چکا ہے خود پاکستان بھی اسی طرح وجود میں آیا۔ عوامی ریلے کے سامنے حکومت بے بس ہو جاتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ عوامی ریلا منظم ہو' اپنے مطالبات کا شعور رکھتا ہو' انہیں منوانے کا بھرپور داعیہ اس میں موجود ہو اور اس کے لئے ہر ہر قربانی دینے کو تیار ہو۔ نظامِ مصطفیٰ کی تحریک کچھ زیادہ عرصہ کی بات نہیں ہے۔ بھٹو جیسا زیرک اور جابر شخص بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔

ہمارے پڑوسی ایران میں بھی ایسا ہی ہوا' جب قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور ہر قربانی کے لئے تیار ہو گئی اور جانوں کے نذرانے دیئے تو وقت کا فرعون اپنے لاؤ لشکر کے باوجود عوامی طاقت کے سامنے بے بس ہو گیا اور اسے جائے فرار اختیار کرنا پڑی۔ ایسے بے شمار واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

سوال یہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی انقلاب کے لئے عوام کیوں نہیں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جس مقصد کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا وہ بروئے کار کیوں نہیں آتا۔ کیا ہمارے حکمران شہنشاہ ایران سے زیادہ مضبوط ہیں۔ صدر سوہارتو سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔ عوام اس کے لئے کیوں نہیں اٹھ کھڑے ہوتے۔ جب ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں تو اس کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔ پہلی اہم بات یہ کہ صدیوں کی غلامی نے دین و مذہب کو الگ الگ کر دیا ہے۔ مذہب جو چند رسومات کا مجموعہ ہے اسے کافی سمجھ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دُنیا ہے۔ اس تقسیم نے تصورِ دین کو مسخ کر دیا ہے۔ دین جو ایک اکائی تھا تقسیم ہو کر خانوں میں بٹ گیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ مسلکوں نے دین کے قائم مقام کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ ان مسلکوں کے چودھریوں نے اپنی اپنی جماعت کے لوگوں میں تعصب بھر دیا ہے۔ اب یہ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں۔ ایک دوسرے کو غلط سمجھتے ہیں۔ دُنیا کے معاملات میں یہی لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جاتے ہیں۔ شانے سے شانہ ملا کر قربانیاں دیتے ہیں اور اپنے مشترک مطالبات کے لئے بنیان مرصوص بن جاتے ہیں۔ لیکن نفاذ دین کے لئے ان کے اندر کوئی امنگ نہیں پائی جاتی اور ان میں کوئی مشترک سوچ نہیں۔

مذہب کی نمائندگی کرنے والا طبقہ جو مدارس و مساجد پر قابض ہے' دین کے اس تصور کو عوام الناس کے سامنے پیش نہیں کرتا جس سے ایک امت مسلمہ کا تصور ابھرتا ہے' بلکہ اختلافی مسائل ہی ان کا مشغلہ ہے۔ اور وہ ان اختلافی مسائل پر جازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام میں وہ سوچ پیدا نہیں ہوتی جو انہیں قربانی دینے کے لئے ابھارتی ہو۔ عوام کی تربیت کرنے کے یہی ادارے تھے مگر افسوس کہ یہی ادارے تفرق پھیلانے میں آگے آگے ہیں۔ ایک مومن کا ہدف آخرت ہے۔ وہ جو کچھ دُنیا میں کرتا ہے وہ آخرت کے لئے کرتا ہے۔ اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا نقشہ تصورِ آخرت کے رنگوں سے بھرا ہوتا ہے۔ اس کی سوچ آخرت کی ہوتی ہے۔ وہ ہر کام کرنے سے پہلے جائزہ لیتا ہے کہ اس کام میں اس کی آخرت بنے گی یا بگڑے گی۔ آخرت ہی اس کی منزل ہے جہاں اسے پہنچنا ہے۔

وہ اگر جج ہے تو آخرت کی جوابدہی کا احساس اسے صحیح فیصلہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ اگر کسی بڑے عہدے پر ہے تو ہر آن' ہر لمحہ فکرمند رہتا ہے کہ کہیں اس سے بے اعتدالی نہ ہو جائے اور آخرت کی گرفت میں آ جائے۔ اگر وہ تاجر ہے تو ہر دم اس خوف میں مبتلا ہے کہ کم ناپنے اور کم تولنے کا الزام اس پر نہ آ جائے۔ یہی بات ہمیں نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں ملتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کو حرزِ جان بنایا اور اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اسی پر جازم رہے۔ قرآن مجید کا ہر صفحہ پکار پکار کر یہی بات کہہ رہا ہے کہ دنیا ہر حال میں ایک دن چلی جائے گی۔ اے انسان! آخرت تیری منزل ہے دُنیا میں جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا صلہ آخرت میں مل کر رہے گا۔ بھلائی کا بدلہ بھلائی میں اور برائی کا بدلہ برائی سے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کی سیرت میں سے وہ باتیں اختیار کر لی ہیں جو مذہب کے زمرے میں آتی ہیں اور ہماری اپنی خواہش کے مطابق ہیں۔ دین کا وہ تصور جو پوری زندگی پر محیط ہو جس میں انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں ہیں' اس سے اعراض کر لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا پورا معاشرہ جاننے کے باوجود اسے اختیار نہیں کرتا۔ آخرت اس کی منزل نہیں ہے بلکہ دُنیا اور صرف دُنیا ہی اس کا ہدف ہے۔ کسی بھی عوامی تحریک کے لئے قلب و ذہن میں اس نظریہ کا رَسُوخ ضروری ہے۔ جب تک وہ نظریہ اچھی طرح ذہنوں میں نہیں بیٹھتا اس کے لئے کوئی جذبہ متحرک نہیں ہو سکتا۔ پختہ نظریہ ہی جذبے کو متحرک کرتا ہے۔

پاکستان میں دین کے نفاذ کے لئے اس نظریہ کو عوام الناس تک پہنچانا اور اس پر ایمان کو پختہ کرنا ہو گا۔ ان کو بتانا ہو گا کہ جس طرح روزہ' نماز' حج اور زکوٰۃ دین کا اہم حصہ ہیں اسی طرح اسلامی نظام کا قیام بھی اہم ہے۔ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا' یہ تقسیم ہمارے دانشوروں کی ہے ورنہ یہی دین تو ایک اکائی ہے۔ یہ کل کا کل مطلوب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہمیں یہ تفریق و تقسیم نہیں ملتی۔ یہ تو حکومت کا تحفہ ہے جو آہستہ آہستہ عوام الناس کو بھا گیا ہے۔

اس تصور کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنا ہو گا اور دین کے تصور کو اجاگر کرنا ہو گا۔

ہمارے پاس صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ موجود ہے ان لوگوں نے اس نظریہ کو دل و جان سے قبول کیا' پھر اس کے لئے وہ قربانیاں دیں جنہیں چشمِ فلک نے نہیں دیکھا تھا۔ ان ہی کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج دُنیا میں مسلمان قوم ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے لئے ہر شخص کو اپنا رول ادا کرنا ہو گا۔ علماء کرام پر سب سے زیادہ ذمہ داری ہے۔ وہ اپنے اختلافات کو پس پشت ڈال کر دین کی سربلندی کے لئے یکجا ہو جائیں۔ پھر عوام الناس کی تربیت کریں۔ تب ہی کوئی تحریک اٹھ سکتی ہے اور وہ دیرپا ہو سکتی ہے۔ آخرت میں سب سے زیادہ انہی سے باز پرس ہو گی۔

### تنظیم اسلامی حلقہ جھنگ کا قیام

[illegible]

# ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

ابن صالح

اداروں اور تنظیموں کے حوالے سے اکثر شکایت رہتی ہے کہ اجتماعی کاموں میں لوگ باہم تعاون اور دلچسپی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنی ذات کو آگے رکھتے ہیں' خواہ اس میں خاندان کا معاملہ ہو یا کسی تجارتی' کاروباری یا دینی و مذہبی ادارے کا۔ حالانکہ ٹیم ورک کی اہمیت ہر شخص جانتا ہے اور یہ بھی کہ خود پسندی اجتماعیت کے لئے رکاوٹ کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی ایک بڑی وجہ ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کا جذبہ ہے۔ اگرچہ انفرادی سطح پر یہ جذبہ غلط نہیں لیکن جب آپ اس جذبے کو ترقی کے لئے آلۂ کار کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کا الٹا اثر ہوتا ہے۔ آپ اپنے گھر کی مثال لے لیں' جب آپ اپنے بیوی بچوں کا دوسرے گھروں سے یا خود اپنے گھر میں اپنے بچوں کا ایک دوسرے سے موازنہ کرتے ہیں جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ میرا فلاں بچہ ماشاء اللہ بہت تیز ہے اور فلاں پیچھے ہے وغیرہ' تو آپ ایک طرح سے ان کے منفی جذبات کو ہوا دے رہے ہوتے ہیں۔ ایک طرف آپ مسابقت کی ترغیب دیتے ہیں گو آپ کا مقصد بہتری پیدا کرنا ہوتا ہے دوسری طرف آپ چاہتے ہیں کہ آپس میں تعاون ہو۔ مسابقت کا کیا مطلب ہے؟ ایک کی جیت' دوسروں کی ہار' تو ان کے درمیان تعاون کیسے ہوگا۔

اجتماعیت میں افراد کی بجائے کام کے بارے میں بات کریں' ہمیں یہ کام کرنا ہے' اگر اس میں آگے بڑھ رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے تمام کل پرزے ٹھیک کام کر رہے ہیں ورنہ یہ مشین ٹھیک نہیں۔ تعاون کے لئے باہم انحصاری interdependence کی فضا چاہئے۔ آپ کا جو بھی مقام و مرتبہ اور منصب ہے آپ اس کا خیال دل سے نکال دیں "نگران" کی بجائے اپنے آپ کو ٹیم کا ایک رکن تصور کریں۔ آپ کو خود بخود قیادت حاصل ہو جائے گی۔ دنیا میں کامیابیاں محدود نہیں ہیں' ہر شخص کامیابی حاصل کر سکتا ہے' بشرطیکہ وہ اپنی پوری صلاحیت اور استعداد بروئے کار لائے۔ اگر آپ کے گھر یا ادارے کا ہر فرد اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے تو آپ کو اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے کہ آپ کی ٹیم میں کون آگے ہے اور کون پیچھے' آپ کا کمال یہ ہے کہ آپ کی ٹیم کا ہر فرد اپنے آپ کو اہم سمجھنے لگے۔

کامیابی کے لئے ہمارا تصور یہ ہے کہ اس کا انحصار انسان کے مقام و مرتبہ' طاقت' منصب' حیثیت اور شخصیت پر ہوتا ہے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو دیکھے جا سکتے ہیں لہٰذا کسی شخص کے بارے میں فوری طور پر ہماری جو بھی رائے بنتی ہے وہ انہی اوصاف کی بنا پر ہوتی ہے حالانکہ انسان کا ایک باطن بھی ہوتا ہے مگر شاید ہی ہم کسی انسان کے اندر جھانکنے کی کوشش کرتے ہوں۔ ممکن ہے جس شے کو ہم حقیر سمجھ رہے ہیں کسی انسان نے اس میں اپنی ساری صلاحیت لگا دی ہو' جیسے کسی شخص کے پاس کل دس روپے تھے اس نے دس کے دس آپ کو پیش کر دیئے۔ انسانوں کو ان کی کارکردگی کے بجائے ان کی استعداد کے لحاظ سے پرکھا جاتا ہے۔ یہاں مسابقت اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کی نفی مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا پیش نظر ہے کہ زندگی صرف ایک دوڑ ہی نہیں ہے' اکیلا کوئی شخص کہاں تک دوڑے گا اور دوڑ کر کہاں جائے گا' جب تک ایک دوسرے کو ساتھ لے کر نہیں چلیں گے زندگی کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ مختلف حالات میں ہمارا طرز عمل مختلف ہوگا' مثلاً کوئی بہت اہم کام ہے جسے آپ ہی بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں تو ظاہر ہے آپ اسے دوسرے کسی کے سپرد کرنا مناسب نہیں سمجھیں گے لیکن جہاں بھی ممکن ہو دوسروں کو آگے آنے میں مدد دیں۔ ایک ایسی کامیابی سے ہار بہتر ہوتی ہے جسے حاصل کرنے کے لئے کسی اعلیٰ قدر کو قربان کرنا پڑتا ہو۔ بعض حالات میں کامیابی کا حصول دوسرے تمام معاملات سے اہم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ انسانی رشتے ناطے بھی اس کے لئے قربان کئے جا سکتے ہیں' مثال کے طور پر آپ کے بچے کو خطرہ لاحق ہے تو آپ ہر قیمت پر اسے بچانے کی کوشش کریں گے۔ اسی طرح اپنے بیوی بچوں کے ساتھ تعلقات میں عام طور پر سختی سے اصولوں پر کاربند رہنا مشکل ہوتا ہے اور مفاہمت کے علاوہ چارہ نہیں ہوتا۔ اس سب کچھ کے باوجود ٹیم ورک کی اہمیت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔ ٹیم ورک میں جیت یا ہار ٹیم کی ہوتی ہے کسی فرد کی نہیں' گویا ٹیم کا ہر ممبر یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا نفع نقصان ایک ہے اس نے اسے جو بھی کام سونپا جاتا ہے وہ اسے [illegible] پہچانتا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور اسے کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اگر ٹیم کے ممبران کے درمیان طاقتور اور کمزور' سخت اور نرم اور جیت اور ہار کا تصور کارفرما ہو تو اس سے ٹیم کی کارکردگی پر منفی اثر پڑ سکتا ہے لیکن اگر ٹیم کے ممبران کو بنیادی نقطہ نگاہ اور مقصد سے ہی اختلاف ہے تو اسے ٹیم تصور کرنا صحیح نہیں' نہ ہی اسے کوئی ایسا کام اپنے ذمہ لینا چاہئے جو ٹیم ورک کا متقاضی ہو۔ گویا ٹیم ورک کا مطلب یہ ہے کہ اس میں شامل ہر فرد کو آگے بڑھنے کے مساوی مواقع میسر ہوں اصل توجہ ہدف اور مقصد پر رہے اور کوشش یہ رہے کہ اپنے ساتھیوں سے ان کی استعداد اور صلاحیت کے مطابق بھرپور کام لیا جائے۔

## بقیہ : تجزیہ

اجلاس سے منظوری حاصل کر کے آپ باقی صوبوں کو کک آؤٹ کر رہے ہیں۔ یہ ظلم ہے' یہ وفاق کے خلاف سازش ہے۔ پاکستان اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ کوئی خطہ زمین مسلمانوں کے تصرف میں ہوگا تو وہاں اسلامی ریاست قائم ہوگی۔ ہم حکومت سے اس تناظر میں درخواست کرتے ہیں کہ پاکستان کا وفاق قائم رہے گا تو آپ شریعت نافذ کریں گے' اگر خدانخواستہ وفاق کو نقصان پہنچ گیا تو شریعت کہاں نافذ ہوگی۔ ہم حکومت سے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے اور اپنے لئے اختیارات سمیٹنے کے معاملے کو الگ الگ کر لیں ورنہ یہ نہ ہو کہ وفاق کو کوئی نقصان پہنچے اور دنیا یہ کہے کہ آپ نے قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کا نتیجہ دیکھ لیا؟OO

## بقیہ : نامے میرے نام

نہیں بنائے بلکہ دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے اللہ نے ہمیں ایٹمی طاقت بنایا ہے۔ اگر امریکہ دوسرے اسلامی ملکوں پر میزائل پھینک سکتا ہے تو پاکستان کی باری بھی آ سکتی ہے بلکہ انہوں نے اپنے سفیروں کو بھجوایا ہی اس لئے ہے کہ فوراً پاکستان سے نکل آؤ کیونکہ ایک مسلمان کیلئے دین کی سلامتی ملکی سلامتی سے بھی بڑھ کر ہے۔ صرف اکیلے ملک کو بچا کر کیا کرو گے اگر دین ہی نہ بچا۔ ہم اسلام کیلئے ہر قربانی دینے کیلئے تیار ہیں آپ قدم تو آگے بڑھائیں۔ اللہ حافظ

خالدہ رشید

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستورِ خلافت کی تکمیل

# "ایک مسلمان کیلئے دین کی سلامتی ملکی سلامتی سے بھی بڑھ کر ہے"

محترم حافظ عاکف سعید صاحب
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ میرا یہ خط محترم ڈاکٹر صاحب اور وزیر اعظم تک پہنچائیں۔ امریکہ نے یہ میزائل نہ افغانستان پر پھینکا ہے اور نہ طالبان پر بلکہ اس نے یہ میزائل اسلام پر پھینکا ہے۔ ابھی تو ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا طالبان کو مزار شریف پر قبضہ کئے کہ امریکہ نے اسلام کو دبانے کیلئے میزائل مارنے شروع کر دیئے۔ مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم امریکہ کو منہ توڑ جواب دیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ امریکہ کے جواب میں پاکستان بھی ان کے بحری بیڑوں کو نشانہ بناتا۔ اگر اب امریکہ نے میزائل مارنے کی کوشش کی تو حکومت کو ضرور افغان بھائیوں کا ساتھ دینا چاہئے کیونکہ یہ کفر اور اسلام کی جنگ ہے۔ پاکستانیوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے ہی ایٹمی قوت بنایا ہے کہ وہ دین کیلئے لڑیں۔ اگر حکومت بھارت کے دھماکوں کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہے تو پھر چاہئے کہ امریکیوں کو بھی مزا چکھائے کیونکہ صرف ملکی سلامتی ہی ضروری نہیں ہے اسلام کو بچانا بھی مسلمانوں کا فرض ہے جو ہمارا دین ہے۔ اگر آج پاکستانی حکومت نے اللہ کے حکم سے روگردانی کی تو پھر اس کا بہت بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ مسلمان دین کو چھوڑ کر ہی آج خوار ہو رہے ہیں۔ غیر مسلموں کی ہم پر حکومت ہے۔

اگر افغانیوں کی قوت جہاد اور مسلمانوں کی ایٹمی قوت مل جائیں تو دنیا کی کوئی بھی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اللہ کی تائید و نصرت اپنے بندوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس وقت اُمت مسلمہ میں ملا محمد عمر کے پایہ کا کوئی شخص نہیں ہے غالباً علامہ اقبال نے یہ شعر انہیں کیلئے کہا ہو گا کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جس طرح انہوں نے دین کو افغانستان میں غالب کیا ہے یہ انہی کا کام ہے۔ اس لئے خدا کے واسطے ان کا ساتھ دو۔ جس وقت اسامہ بن لادن افغانستان میں روس کے خلاف لڑ رہا تھا تو اس وقت امریکہ کدھر تھا۔ اب جبکہ وہ کفر کے خلاف لڑ رہا ہے تو اسے دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ اسامہ بن لادن نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ مشرکوں کو ایسی سزا دو کہ ان کے پیچھے آنے والوں کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہو۔ جہاں تک کہ ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دو۔ لیکن یہاں امریکہ کو سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ اب امریکہ کو سر سے آرام سے نہ اتارنا بلکہ اتنی زور سے اتار کر پھینکنا کہ ان کا منکا ٹوٹ جائے۔

تمام اسلامی ممالک متحد ہو جائیں۔ اگر آج آپ نے

افغانیوں اور سوڈانیوں کا ساتھ نہ دیا تو اس بات کو بھول جانا کہ کبھی پاکستان میں بھی دین غالب ہو گا۔ صرف تم وضے کے اظہار سے کچھ نہیں ہو گا۔ بات صرف اتنی ہے کہ اگر اب امریکہ افغانستان پر یا کسی اور اسلامی ملک پر میزائل مارے تو پاکستان حکومت کو ہر قیمت پر ان کا منہ توڑ جواب دینا چاہئے۔ ہم نے میزائل صرف دیکھنے کیلئے اور نمائش کیلئے

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

تنظیم اسلامی کے امیر حلقہ سندھ و بلوچستان جناب محمد نسیم الدین کا

## صحافی بھائیوں کے نام کھلا خط!

میرے عزیز صحافی بھائیو! السلام علیکم ورحمتہ اللہ
مزاج گرامی!

حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں ابلیس لعین کا یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارہ شرع پیغمبر کہیں

سوڈان ' ایران اور افغانستان میں "شرع پیغمبر" کا خورشید طلوع ہوا تو ابلیس کے انسانی ایجنٹ یہود کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی جس کا مظہر سوڈان اور افغانستان پر امریکی حملہ ہے۔ عالم اسلام پر یہ حملہ بظاہر امریکہ کی جانب سے ہوا ہے لیکن حقیقتاً یہ سارا کچھ قرآن کے الفاظ میں ﴿من وراء جدر﴾ "دیوار کے پیچھے سے" سازش کرنے والی قوم یہود کے ایما پر ہوا ہے کیونکہ آج کے "فرنگ" امریکہ کی "رگ جاں پنجہ یہود میں ہے"۔ اس نے امریکی صدر کو جنسی سکینڈل میں ملوث کر کے اسے خود کو بچانے کی یہ راہ دکھائی ہے۔ یہود و نصاریٰ کو یہ خوف لاحق ہے کہ غلبۂ دین کا یہ قافلہ عالم اسلام سے نکل کر ان کی سرحدوں میں داخل ہو گیا تو ان کی قیادت و سیادت کا کیا بنے گا۔ ایسے موقع پر ہمارے اہل قلم حضرات اس امریکی حملے کو عالم اسلام کے اتحاد کی سبیل بنا کر اسے Blessing in Disquise میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ عوام کی ذہن سازی کا مؤثر ترین ذریعہ ذرائع ابلاغ ہی ہیں جو آپ کے قلم کے زور پر چل رہے ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ اخبارات و رسائل میں وقتاً فوقتاً مختلف سپلیمنٹس کی طرح ایک آدھ مذہبی صفحہ شائع کرنے اور ٹیلی ویژن پر برکت کے حصول کے لئے ایک آدھ مختصر مذہبی پروگرام ٹیلی کاسٹ کرنے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ اسلام بحیثیت دین (مکمل نظام زندگی) عوام میں متعارف کرانے کے لئے اس کے معاشرتی ' معاشی اور سیاسی پہلوؤں کو تسلسل کے ساتھ موضوع بنایا جائے تاکہ ان کے دلوں میں اسلام کے نظام عدل کے قیام کی تڑپ پیدا ہو۔ مملکت خداداد پاکستان آج اگر سیاسی طور پر بدترین عدم استحکام کا شکار ہے تو معاشی طور پر دیوالیہ ہونے کو ہے۔ علاقائی ' لسانی اور مذہبی تفریق کے نتیجہ میں معاشرے میں فساد پھیل چکا ہے۔

یاد رکھئے کہ جس طرح پاکستان کے قیام کے لئے اسلام کا نعرہ ناگزیر تھا اسی طرح اس کی بقا اور استحکام بھی اسلام کے نظام عدل کے نفاذ پر منحصر ہے۔ اللہ کے لئے اس حقیقت کا ادراک کیجئے اور ریاست کے چوتھے ستون کے رکن کی حیثیت سے اس کی بقاء اور استحکام کے لئے اپنا کردار ادا کیجئے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ عراق کے بعد افغانستان اور سوڈان کی باری آئی ہے تو کل کلاں پاکستان بھی امریکہ کی ہٹ لسٹ پر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

# ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

## نعیم اختر عدنان

☆ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والے قابلِ مذمت ہیں۔ (کلنٹن)

○ اور دہشت گردی کے خاتمے کی آڑ میں دوا ساز فیکٹری پر حملہ کا حکم دینے والے کے بارے میں کیا خیال ہے؟

☆ غریب آدمی ہوں' بھارو قرض لے کر خریدی ہے۔ (فاروق لغاری)

○ چوٹی کا جاگیردار! کرسیِ اقتدار کے بغیر "غریب" ہو گیا

☆ سی ٹی بی ٹی پر کسی دباؤ کے تحت دستخط نہیں کریں گے۔ (صدیق کانجو)

○ بلکہ یہ "نیک کام" بغیر دباؤ کے ہی سرانجام دینے کے لئے تیار ہیں۔

☆ امریکیوں کی اکثریت نے کلنٹن کو جھوٹا قرار دے دیا۔ (سروے رپورٹ)

○ یہ ہے انسانی حقوق کے محافظ کا اصل روپ

☆ آٹا سستا ہو گیا' اب دوسری اشیا کی قیمتیں بھی کم ہوں گی۔ (شہباز شریف)

○ تمہارے منہ میں گھی شکر

☆ وزیر اعظم نے ہماری تحریک سے گھبرا کر شریعت بل پیش کیا۔ (قاضی حسین احمد)

○ لہٰذا اب جماعت اسلامی کسی اور مسئلے پر تحریک چلائے گی۔

☆ رائے ونڈ کا اسلام قبول نہیں۔ (عمران خان)

○ خان صاحب! اسلام تو اسلام ہی ہے' چاہے رائے ونڈ سے آئے یا منصورہ سے!

☆ پیپلز پارٹی اور کرسچین لیبر پارٹی کا پندرھویں ترمیم کی مخالفت پر اتفاق۔ (ایک خبر)

○ "کند ہم جنس باہم پرواز' کبوتر با کبوتر' باز با باز!"

☆ قاضی حسین احمد نفاذِ اسلام کے لئے نواز شریف ہی سے کام لیں۔ (میاں طفیل محمد)

○ گویا "یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی"۔

☆ بابر اعوان کو کھرا وکیل ہونے کی سزا دی جا رہی ہے۔ (آصف زرداری)

○ ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

☆ اقلیتوں کی بجائے پیپلز پارٹی کی نفاذِ شریعت کی مخالفت باعث حیرت ہے۔ (ہندو رہنما)

○ اس لئے کہ اب اصل "اقلیتی فرقہ" تو پیپلز پارٹی ہی ہے

☆ پیپلز پارٹی بے نظیر بھٹو کو برقعہ پہنا کر اسمبلی میں لائے' ہم نواز شریف کو داڑھی رکھوا دیں گے۔ (مسلم لیگی ارکان)

○ اس تجویز کو بھی کیوں نہ نفاذِ شریعت پیکج میں شامل کر دیا جائے!

☆ چین ہمارے دشمنوں کو دفاعی ٹیکنالوجی نہ دے۔ (اسرائیل)

○ کیوں جی!

☆ میرے خلاف سازش میں اسامہ بن لادن اور نواز شریف کے علاوہ عرب باشندے بھی شامل تھے۔ (بے نظیر)

○ محترمہ کا یہ بیان "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کے مترادف ہے۔

### دعائے مغفرت

اسلام آباد/ راولپنڈی کیمپ حلقہ شمالی پنجاب کے رفیق محمد زبیر صاحب کے والد محترم کا ۲۹/ اگست کو انتقال ہو گیا ہے۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

## بقیہ: خطبہ جمعہ

پابندیاں ہٹانے کا ذکر ہے اور نہ ہی شرعی عدالت کے ججوں کی شرائط ملازمت کو اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کے مساوی کرنے کا کہیں تذکرہ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے حکومت کی طرف سے فرامین جاری کرنے کا معاملہ بھی غیر مناسب ہے۔ حکومت اس مقصد کے لئے جو احکامات جاری کرنا چاہتی ہے اس کے لئے باقاعدہ قانون سازی کرے۔ فرامین کے ذریعے تو پرانے زمانے کے بادشاہ احکامات جاری کیا کرتے تھے' اب اس طرح کا انداز اختیار کیا جانا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ دفعہ ۲۳۹ میں ترمیم کے ذریعے دستور میں ترمیم کے طریقہ کار کو انتہائی آسان بنا دینا اور انتظامیہ کے احکامات کو عدلیہ سے بھی بالاتر حیثیت دے دینا درست فیصلہ نہیں ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر ہم پندرھویں ترمیم کے دوسرے حصے کی مخالفت کر رہے ہیں لیکن اگر اس دوسرے حصے کی وجہ سے لوگوں نے پورے بل کو رد کر دیا تو اس کا وبال بھی حکومت پر ہی آئے گا۔ اس لئے کہ مجوزہ بل کے پہلے حصے سے تو کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ میاں نواز شریف مجوزہ بل میں سے قرآن و سنت کی بالادستی والے حصے کو الگ کر کے منظور کرائیں' وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار پر عائد پابندیاں ختم کر کے اس کے ججوں کی شرائط ملازمت کو اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان کے مساوی کر دیا جائے تو یہی صحیح' سادہ اور سیدھا طریقہ ہے' جس سے کسی کے لئے اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن اگر اس پیکج کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا تو پھر اس سارے معاملے کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہو گی۔

### فوری ضرورت برائے ڈرائیور

قرآن اکیڈمی [illegible] لاہور میں [illegible] ضرورت ہے جو اکیڈمی میں [illegible] رابطہ:
[illegible] مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
[illegible]

### دعائے مغفرت

[illegible] محترم خورشید انجمن کے والد محترم [illegible] انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

# خراسانِ پاکستان میں تین دن

## امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے دورۂ بٹ خیلہ کی روداد

مرتب : انور کمال

تنظیم اسلامی کے امیر اور داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے اپنی متاع عزیز اور خداداد صلاحیتوں کو جس طور اقامت دین کی جدوجہد کے لئے کھپایا ہے' اپنے اور بیگانے سبھی اس کے معترف اور قدر شناس ہیں۔ ڈاکٹر صاحب محض ایک داعی قرآن ہی نہیں بلکہ قرآن ان کے فکر و عمل میں پوری طرح سرایت کئے ہوئے نظر آتا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبویہ میں بیان کردہ غلبہ دین اور قیام نظام خلافت کی پیشین گوئیوں پر آپ کو جس قدر اعتقاد اور وثوق حاصل ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی ہمیں ان کے ہم عصر دینی رہنماؤں کے ہاں نہیں ملتا۔ امیر محترم دیوانگی کی حد تک قرآن و احادیث نبویہ میں بیان کردہ غلبہ دین اور نظام خلافت کے قیام کی پیشین گوئیوں کو مسلمانان عالم میں عام کرنے میں معروف عمل ہیں تاکہ مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مایوسی اور بے چینی کا تدارک کر کے از سر نو انہیں غلبہ اسلام کی سعی و جہد میں شرکت کے لئے آمادہ عمل کیا جاسکے۔ ڈاکٹر صاحب کو اس وقت اپنی عمر اور صحت کے ہاتھوں کئی ایک مسائل کا سامنا ہے لیکن ان کی سعی و جہد اور بھاگ دوڑ میں کمی آنے کی بجائے مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ یوں آپ کی پرخلوص' پرعزم اور جان گسل محنت کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ آپ کی سعی و جہد ایک ماہ یا سال نہیں بلکہ پوری نصف صدی پر محیط ہے۔ چند ماہ قبل ان کے دونوں گھٹنوں کا آپریشن ہوا ہے اور ان کے معالجوں نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ بھی دیا ہوا ہے لیکن اس مرد درویش کے جذبہ اور ہمت کا عالم یہ ہے کہ دور دراز کے شہروں میں تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت کرنے کے علاوہ مسلسل دین کے انقلابی پیغام کے فروغ کے لئے دو دو' تین تین گھنٹے خطاب کرنا ان کے معمولات میں شامل ہے۔

گزشتہ دنوں امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے بٹ خیلہ (مالاکنڈ) کا تنظیمی و دعوتی دورہ کیا جہاں تنظیم اسلامی حلقہ سرحد کے تحت جلسہ عام کا پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ امیر محترم کی اس دورہ کی مشاہداتی و تاثراتی رپورٹ قارئین کرام کے لئے پیش خدمت ہے۔

۲۱/اگست بروز جمعہ کو قرآن اکیڈمی سے امیر کارواں کی قیادت میں نماز فجر کی ادائیگی کے بعد دعوتی و تنظیمی قافلہ بٹ خیلہ مالاکنڈ ایجنسی کے لئے عازم سفر ہوا۔ تنظیم اسلامی کے نائب امیر ڈاکٹر عبدالخالق' ناظم نشر و اشاعت حافظ عاکف سعید' امریکہ سے آئے ہوئے مہمان محمد اکرام کوشل اور راقم کے علاوہ لال فراز (ڈرائیور) اور محمد رئیس (قاصد) امیر محترم کے ہمراہ شریک سفر تھے۔ تین گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد موٹروے پر "چکری" کے مقام پر ناشتے کے لئے قیام کیا۔ اظہار لیمیٹڈ کے ذیلی دفتر میں جو کہ یہاں موٹروے پر ایک ریسٹ ہاؤس کی تعمیر کے فرائض سرانجام دے رہا ہے' بھاری بھرکم ناشتہ اور ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد یہ قافلہ دوبارہ محو سفر ہوا۔ اسلام آباد لنک روڈ پر رفیق تنظیم مہان مرزا کو ڈراپ کرنے کے لئے رکنا پڑا' موصوف لفٹ لے کر قرآن اکیڈمی سے شریک سفر ہوئے تھے۔ لاہور سے مردان تک محترم عاکف صاحب نے گاڑی خود ڈرائیو کی۔ عاکف صاحب اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب راقم کو مردان تک جی ٹی روڈ پر آنے والے شہروں اور خاص مقامات کا تعارف کراتے رہے۔

ساڑھے بارہ بجے یہ قافلہ مردان میں امیر حلقہ سرحد میجر فتح محمد صاحب کے بہنوئی راحت اللہ صاحب کے ہاں پہنچا۔ یہاں میجر فتح محمد صاحب کے علاوہ نوشہرہ کے رفیق تنظیم جناب آزاد بختیار خلجی اور پشاور کے امیر تنظیم خورشید انجم صاحب نے ہمارا استقبال کیا۔ میزبان نے سرد و گرم مشروبات سے ہماری تواضع کی۔ نزل سے فارغ ہونے کے بعد مہمان و میزبان جمعہ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جامع مسجد تفہیم القرآن پہنچے۔ ہمارے پہنچنے سے قبل خطاب جمعہ شروع ہو چکا تھا۔ مولانا گوہر رحمٰن صاحب پشتو میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پشتو خطبہ اگرچہ سمجھ تو نہیں آرہا تھا لیکن یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ مولانا عالم اسلام کی موجودہ صورتحال اور افغانستان اور سوڈان پر حالیہ امریکی حملے کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔ مولانا گوہر رحمٰن صاحب نے محترم ڈاکٹر اسرار احمد کو دیکھتے ہی اپنی تقریر کو سمیٹا اور فوراً ڈاکٹر صاحب کو خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے منبر پر آنے کی دعوت دے دی۔ ڈاکٹر صاحب نے مولانا صاحب کا شکریہ ادا کیا اور انہی کی گفتگو کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے سورۂ مائدہ کی آیات ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ...الظّٰلِمُوْنَ...الْفٰسِقُوْنَ﴾ کے حوالے سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان آج ذلت و رسوائی کی حدوں کو چھو رہے ہیں اور پستی ان کا مقدر بن گئی ہے۔ مسلمانوں کی پستی کا اصل سبب نظام اسلام سے روگردانی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بظاہر ہم مسلمان ہیں' حقیقتاً اسلام کا عادلانہ نظام نافذ نہ کرنے کی صورت میں ہم کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اسلامی نظام صرف چند حدود و تعزیرات کے نفاذ کا نام نہیں ہے' اس کے نفاذ سے تو سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے اموال کو مزید تحفظ ملے گا جبکہ اسلام کا عادلانہ نظام تو حقیقی معنوں میں زندگی کے تمام اجتماعی گوشوں میں اصلاح اور انصاف کا ضامن ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جماعت اسلامی صوبہ سرحد کو تحریک نفاذ شریعت شروع کرنے پر خراج تحسین بھی پیش کیا۔

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد ہم راحت اللہ صاحب کے گھر واپس آئے۔ راحت صاحب اپنے دفتر سے گھر تشریف لا چکے تھے' وہ مہمانوں کو بڑی خوش دلی سے ملے۔ موصوف نے بڑے پرتکلف کھانے سے ہماری تواضع کی اور امیر محترم سے تبادلہ خیال کیا۔ اسی دوران موصوف نے امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کو صوابی کے قریب دریائے سندھ کے کنارے واقع اپنے زرعی فارم آنے کی دعوت دی' ان کے اصرار پر ڈاکٹر صاحب نے آمادگی ظاہر کی اور وعدہ کیا کہ وہ واپسی پر صوابی کے راستے اسلام آباد جاتے ہوئے فارم پر ضرور رکیں گے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد نماز عصر تک آرام کرنے کے لئے میجر صاحب ہمیں راحت اللہ صاحب کے گھر کے قریب ہی واقع نوبیکو کمپنی کے عالی شان ریسٹ ہاؤس میں لے گئے۔ واضح رہے کہ موصوف اسی کمپنی میں پراجیکٹ مینیجر کے عہدے فائز ہیں۔ نماز عصر وہیں ادا کی۔ اس وقت تک ڈاکٹر اقبال صافی صاحب بھی پشاور سے تشریف لا چکے تھے۔ اب ہمارے قافلے میں تین معززین (جناب ڈاکٹر اقبال صافی' امیر حلقہ سرحد میجر فتح محمد صاحب اور آزاد بختیار خلجی صاحب) اور دو گاڑیوں کا اضافہ ہو گیا۔ اس طرح گیارہ افراد تین گاڑیوں پر سوار ہو کر اپنی منزل بٹ خیلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ امیر محترم ڈاکٹر اقبال صافی صاحب کے ہمراہ ان کی جیپ میں تھے جبکہ خلجی صاحب کی کار میں میجر فتح محمد صاحب اور حافظ عاکف سعید صاحب سوار تھے۔ قریباً دو گھنٹے سرسبز وادیوں اور نیم پہاڑی سلسلوں میں سفر طے کرنے کے بعد ہم اپنی

منزل بٹ خیلہ پہنچے۔ یہاں "مالاکنڈ ان" نامی ہوٹل میں مقامی رفقاء نے پہلے سے دو کمرے بک کرائے ہوئے تھے۔ [illegible] ایک چھوٹا شہر ہے جہاں کوئی معیاری ہوٹل نہیں [illegible] بہرکیف دستیاب ہوٹلوں میں یہی ہوٹل کس قدر بہتر تھا۔ اکثر ساتھیوں کے چہروں پر سفر اور تھکن کے آثار نمایاں تھے' لہٰذا نماز عشاء کی ادائیگی اور کھانا کھانے کے بعد جلد ہی تمام لوگ نیند کے مزے لوٹنے لگے۔

۲۲/ اگست بروز ہفتہ کو امیر محترم نے بٹ خیلہ بار کونسل سے خطاب فرمانا تھا۔ لہٰذا پونے دس بجے ہوٹل سے بار کونسل کے لئے روانہ ہوئے تو چاروں طرف سے وادی کو بادلوں نے گھیر رکھا تھا اور اس سے قبل بادل اپنا کام دکھا بھی چکے تھے' ہلکی ہلکی بونداباندی تو اب بھی جاری تھی۔

دس بجے تلاوت کلام پاک سے باقاعدہ پروگرام کا آغاز ہوا۔ بار کونسل کے سیکرٹری جنرل غفران احمد ایڈووکیٹ نے افتتاحی کلمات کہے۔ انہوں نے امیر تنظیم اسلامی کو خوش آمدید کہا اور آپ کی دینی و سماجی خدمات کا بطور خاص تذکرہ کرنے کے بعد امیر محترم کو دعوت خطاب دی۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے حسب معمول خطبہ مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کے بعد اپنے خطاب کا آغاز فرمایا۔ آپ نے افغانستان کے حوالے سے بدلتی ہوئی صورتحال' ملک خداداد پاکستان کے اندر بے یقینی کی کیفیت اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کرنے والا نعرہ "پاکستان کا مطلب کیا' لا الٰہ الا اللہ" ہی تھا۔ پاکستان کے بانی و موسس قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے خطابات میں مذہب کو مسلمانوں کی قومیت کی اساس' اسلام کو پاکستان کی منزل اور قرآن حکیم کو پاکستان کا دستور قرار دیا تھا۔ بابائے قوم نے قیام پاکستان کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم پاکستان کے قیام کے ذریعے عہد حاضر میں اسلام کے اصول حریت' مساوات اور اخوت کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں' مگر افسوس کہ یہ حسین خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر صاحب نے ملک کے اندر معاشی و سماجی مسائل کی اصل وجہ اسی اعلیٰ مقصد سے انحراف کو قرار دیا۔ امیر تنظیم نے بطور خاص قائداعظم کے آخری الفاظ کا حوالہ بھی دیا جو کہ ۱۳ تا ۱۹/ اگست ۹۸ء کے ندائے خلافت کے سرورق پر شائع بھی ہو چکے ہیں' جن میں قائداعظم نے واضح طور پر نظام خلافت راشدہ کے قیام کو پاکستان کا مقصد قرار دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے سورۂ نور کی آیت نمبر ۵۵ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے پاکستان کے حصول کے بعد دین اسلام سے روگردانی کر کے اللہ سے کئے ہوئے اپنے عہد کی خلاف ورزی کی۔ انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں عذاب کا ایک کوڑا ہم پر ۷۱ء میں برس چکا ہے۔ ہماری قوم نسلی قومیتوں میں بٹ چکی ہے' کہیں مہاجر اور پختون کی جنگ ہے اور کہیں سندھی اور مہاجر آپس میں دست و گریباں ہیں۔ اور اب صورتحال یہ بن چکی ہے کہ پاکستان میں اگر اسلام کی طرف پیش قدمی نہ ہوئی اور ہم نے اپنے وجود کا جواز پیش نہ کیا تو یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ پاکستان کی پختون بیلٹ کٹ کر افغانستان میں شامل ہو جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے قریباً ایک گھنٹہ بار کونسل کے ممبران سے خطاب کیا۔ آخر میں سوال و جواب کی بھرپور نشست بھی ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے تنظیم اسلامی کے مختلف جماعتوں سے نفاذ شریعت کے ضمن میں رابطے اور کوشش کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ تنظیم اسلامی نے اس ضمن میں قابل ذکر دینی جماعتوں سے کئی بار رابطے کئے ہیں اور ان جماعتوں کے سربراہوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ حال ہی میں ۲۸ جون ۹۸ء کو تنفیذ نفاذ شریعت کے موضوع پر قرآن آڈیٹوریم میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس میں اکثر دینی جماعتوں کے سربراہ شریک ہوئے۔ اس دوران امیر حلقہ مالاکنڈ جناب غلام اللہ خان نے "الاخوان" حلقہ سرحد کے امیر اور تحریک نفاذ شریعت کے امیر صوفی محمد صاحب کے اس اعتراف کا بطور خاص حوالہ دیا کہ "تنظیم اسلامی وہ واحد تنظیم ہے جس نے نفاذ شریعت کے ضمن میں مختلف دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لئے قابل قدر اور بے مثال جدوجہد کی ہے اور ڈاکٹر صاحب وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے اس ضمن میں تمام دینی جماعتوں کے سربراہوں سے بڑھ کر ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے۔

یہ نشست نماز ظہر تک جاری رہی۔ پروگرام کے اختتام پر بار کونسل کے ممبران نے مہمانوں کی خورد و نوش اور چائے سے تواضع کی' جس سے تمام رفقاء اس قدر سیر ہو چکے تھے کہ ظہرانے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ نماز عصر تک رفقاء کو آرام کرنے کا موقع دیا گیا۔ عصر تا مغرب امیر محترم نے مقامی رفقاء سے ملاقات کی اور تمام رفقاء نے باری باری اپنا تعارف کرایا۔ بعض رفقاء دور دراز کا سفر طے کر کے بٹ خیلہ میں تنظیم اسلامی کے جلسے میں شریک ہونے اور امیر محترم سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے آئے تھے۔ ملاقات کرنے والے رفقاء میں یوسف علی' طارق رشید' محمد عمران' حاجی خدا بخش' تنظیم الحق' مسلیم خان' قاسم خان' لائق سعید' امیر زمان' محمد صدیق' فضل خدا' نجم الحق' احسان الودود' جاوید اللہ' حسین احمد' شاہ وارث اور محترم فہیم خان صاحب کے علاوہ بعض دیگر رفقاء و احباب بھی شامل تھے۔ ان میں اکثر رفقاء تو اگلے دن ظفر پارک بٹ خیلہ میں منعقد ہونے والے جلسے کی تیاریوں کے سلسلے میں جلسے سے ایک روز قبل ہی بٹ خیلہ پہنچ گئے تھے۔

نماز مغرب کے بعد بٹ خیلہ بار کونسل کا ایک وفد غفران احمد سیکرٹری جنرل کی قیادت میں امیر محترم سے تبادلہ خیال اور ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ غفران صاحب نے اپنی گفتگو میں تمام مذہبی جماعتوں سے بیزاری اور عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس بیزاری کی وجہ جماعتوں کے قول و فعل کے تضاد' کرسی اور اقتدار کے جھگڑے اور فروعی اختلافات کو قرار دیا۔ اس کے علاوہ وفد کے ممبران نے امیر تنظیم اسلامی سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کیا اور متعدد امور میں رہنمائی چاہی۔ گفتگو کا سلسلہ نماز عشاء تک جاری رہا۔ رات کا کھانا عشاء کے بعد کھایا۔ مقامی رفقاء نے میجر فتح محمد صاحب کی ہدایت پر شب بسری دفتر تنظیم اسلامی بٹ خیلہ میں کی اور امیر محترم سمیت دوسرے تمام مہمان ہوٹل ہی میں مقیم رہے۔ حلقہ کے رفقاء نے یہ رات پریشانی کے عالم میں بسر کی۔ وجہ یہ تھی کہ آسمان اس وقت بادلوں میں چھپا ہوا تھا اور بارش کے آثار نمایاں تھے۔ اس سے قبل صبح کے وقت بارش ہو بھی چکی تھی' خدشہ یہ تھا کہ کہیں ہمارا جلسہ عام بارش کی نذر نہ ہو جائے۔ (جاری ہے)

☆ ☆ ☆ ☆

## امریکی جارحیت کے خلاف
## اسرہ گوجر خان کے رفقاء کا مظاہرہ

۲۰'۲۱/ اگست کی درمیانی شب امریکہ کے افغانستان و سوڈان پر حملے کے خلاف جناب شمس الحق اعوان ناظم حلقہ پنجاب شمالی کے حکم پر ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا جو دفتر تنظیم اسلامی سے شروع ہو کر چوک جی ٹی روڈ گوجر خان پر ختم ہوا۔ جلوس کی قیادت نقیب اسرہ گوجر خان جناب ریاض علی ترابی نے کی۔ رفقاء نے پلے کارڈز اور بینر اٹھا رکھے تھے جن پر امریکی حملے کے خلاف غم و غصہ اور افغانستان و سوڈان کے عوام کے ساتھ بھرپور یکجہتی کا اظہار کیا گیا تھا۔

احتجاجی جلوس سے خطاب کرتے ہوئے مشتاق صاحب نے مسلمانوں بالخصوص مسلمانان پاکستان پر زور دیا کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی طریقے کے مطابق بسر کریں' اپنے اندر ایمان کی شمع روشن کریں اور یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ سمجھیں اور پاکستان میں خلافت کے نظام کیلئے عملی کوششیں کریں۔ (رپورٹ : ظفر اسلام)

سی پی ایل نمبر: 127 — مطبع: مکتبہ جدید پریس ... روڈ لاہور — ○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان

جلد ۷، شمارہ ۲۵ — مقام اشاعت: ... ماڈل ٹاؤن لاہور — ○ سردار اعوان

سالانہ زرِ تعاون - /۱۷۵ روپے — فون: [illegible] — نگران طباعت: شیخ رحیم الدین


**توضیح و تنقیح**

# طالبان کی اسلامی حکومت کے بارے میں تنظیم اسلامی کا موقف

توسیعی مشاورت کے اجلاس میں جناب تجمل حسن میر ملتزم رفیق تنظیم اسلامی لاہور وسطی نے افغانستان کے اپنے حالیہ سفر کے بعض مشاہدات و تاثرات بیان کئے اور اس پس منظر میں انہوں نے چند سوالات پیش کئے اور امیر تنظیم اسلامی سے جوابات کی استدعا کی۔ امیر محترم نے اجلاس مشاورت منعقدہ ۱۲، ۱۳/ اگست ۹۸ء میں افغانستان کی موجودہ کیفیت کے تذکرہ کے بعد جناب تجمل حسن میر کے سوالات کے درج ذیل جوابات ارشاد فرمائے :

**سوال :** کسی مسلمان ملک کی حکومت کو اسلامی حکومت قرار دینے کیلئے کم از کم لوازم کیا ہیں اور قرآن مجید کی کس آیت یا کس حدیث میں اس کا ذکر ہے؟

**جواب :** اسلامی حکومت کیلئے یہ لازم ہے کہ وہاں پر حاکمیت اعلیٰ اللہ جل شانہ ہی کی تسلیم شدہ ہو اور قانون شریعت (کتاب و سنت) کی بالادستی نافذ ہو اس کیلئے دلیل سورۃ النساء کی آیت ۵۹ ہے۔

**سوال :** کیا افغانستان کی موجودہ طالبان حکومت اسلامی ہونے کے کم از کم لوازم پورے کرتی ہے؟

**جواب :** جی ہاں، میرے نزدیک افغانستان کی موجودہ طالبان حکومت اسلامی حکومت ہونے کے کم از کم لوازم پورے کرتی ہے۔

**سوال :** کیا طالبان مجاہدین کے شانہ بشانہ جنگ کرنا قتال فی سبیل اللہ ہے؟

**جواب :** جی ہاں، طالبان کے شانہ بشانہ جنگ کرنا قتال فی سبیل اللہ کے ذیل میں آتا ہے۔

**سوال :** کیا طالبان کے ساتھ مل کر جہاد کرتے ہوئے جان دینے والا شہید فی سبیل اللہ شمار ہو گا؟

**جواب :** جی ہاں، اس جہاد میں جان دینے والا ان شاء اللہ العزیز شہید فی سبیل اللہ شمار ہو گا۔

**سوال :** پاکستان میں اقامت دین کی جدوجہد کرنے والے کس دلیل سے پابند ہیں کہ وہ طالبان کے شانہ بشانہ غلبۂ اسلام کیلئے جدوجہد کرنے کی بجائے صرف پاکستان میں جدوجہد کریں؟

**جواب :** پاکستان میں اقامت دین کی جدوجہد کرنے والے صرف یہیں کام کرنے کے پابند تو نہیں ہیں البتہ ان کے لئے افضل اور اقدم صورت یہی ہو گی کہ وہ یہاں پر اقامت دین کی جاں گسل جدوجہد میں اپنے جسم و جان کو پگھلائیں۔ اِلاّ یہ کہ قتال فی سبیل اللہ کے لئے طالبان کی جانب سے باقاعدہ پکار ہو۔

**سوال :** کسی اسلامی انقلابی تحریک کے کارکن کیلئے شہادت کا مقام صرف اسی تحریک کے قتال فی سبیل اللہ کے مرحلہ میں ہے یا کوئی دوسری تحریک اگر اقامت دین کیلئے قتال فی سبیل اللہ کے مرحلہ میں پہنچ جائے تو وہ اس میں شامل ہو سکتا ہے؟

**جواب :** شہادت کا مقام کسی خاص تحریک سے وابستہ نہیں ہے۔ طالبان اس وقت قتال فی سبیل اللہ کے مرحلہ میں ہیں۔ ان کے ساتھ شمولیت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر پاکستان کی کوئی جماعت اس کیلئے پکارے تو یہ دیکھنا ضروری ہو گا کہ کیا انہوں نے پاکستان میں اقامت دین کی جدوجہد کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کے ابتدائی ضروری مراحل طے کر لئے ہیں۔

**سوال :** کیا شہادت فی سبیل اللہ کے لئے تنظیم اسلامی چھوڑنا اور تحریک طالبان میں شامل ہونا اقامت دین کی جدوجہد سے انحراف کی کوئی مخفی صورت تو نہیں؟

**جواب :** اس کا فیصلہ ہر شخص کو خود کرنا ہے۔ بظاہر یہ انحراف کی صورت معلوم نہیں ہوتی لیکن یہ معاملہ ایک پیہم اور مسلسل محنت و کوشش کی بجائے ایک فوری اور نسبتاً سہل کام میں مصروف ہونے کے مترادف ضرور ہے اس لئے کہ مسلسل ایک طویل عرصے تک سلگتے رہنے کے مقابلے میں ایک مرتبہ بھڑک کر جل جانا زیادہ آسان ہے۔

متذکرہ بالا جوابات کے حوالہ سے اجلاس مشاورت میں باہم تبادلہ خیال ہوا۔ اراکین مجلس نے ان جوابات سے اتفاق کیا۔ ایک سوال کے جواب میں امیر محترم نے یہ وضاحت فرمائی کہ فریضۂ اقامت دین کے سلسلہ میں ہماری اوّلین ذمہ داری ہمارا اپنا ملک ہے جب تک یہاں کام کرنے کا موقع ہے ہمیں یہیں کام کرنا ہے اور ہم پر کسی اور سرزمین کی طرف ہجرت لازم نہیں ہے۔ البتہ اگر یہاں پر کام کرنا ہی ناممکن ہو جائے تو معاملہ بدل جائے گا۔